19

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

19 مئی 2004ء — 28 ربیع الاوّل 1425ھ

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

عراق اور اقوام متحدہ کی امن فوج

شدید ابتلاء و آزمائش کے دور میں
مسلمانوں کیلئے خصوصی ھدایات

اسلام کا عالمی غلبہ اور پاکستان

مولانا رشید احمد گنگوھیؒ

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے
خاکستر میں ہے

الحیاء

ارکانِ اسمبلی کے نام

نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

از عرش نازک تر

اس وقت کرۂ ارضی پر مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہے جو از روئے قرآن تمام انبیاء و مرسلین پر عقیدہ و ایمان رکھتی ہے۔ وہ مختلف قوموں کے ان پیغمبروں کی بھی تصدیق کرتی ہے جن کے بارے میں ان کی پیرو کار قومیں صرف قیاسی تذکروں اور ظنی روایتوں پر یقین رکھتی ہیں۔ جن کی مقدس کتابیں خود ان کے ہاتھوں تحریف کا شکار ہوئی ہیں اور جن کی اصلیتوں میں حک و اضافہ ہوا ہے۔ جن کے مذاہب زمانہ قبل از تاریخ کی نذر ہو گئے۔ لیکن محمد عربی ﷺ کا اسلام واحد دین ہے جس نے تاریخ کی بھی حفاظت کی ہے اور جس کی ایک ایک ادا تاریخ نے محفوظ رکھی ہے۔ کوئی دین اور کوئی پیغمبر تاریخ کی شاہراہ سے اس طرح نہیں گزرا جس طرح ہمارے آقا و مولا ﷺ گزرے ہیں۔ تاریخ نے ان کی رکاب تھامی اور علم نے ان کے قدم چومے ہیں۔ یہ محض دعویٰ نہیں، حقیقت ہے، ختم المرسلین ﷺ اور خاتم النبیین ﷺ کی سیرتِ اقدس کا اقتضا یہی تھا کہ اس کا ایک ایک لفظ محفوظ ہو جاتا اور یہ سب کچھ محفوظ ہو گیا۔ پھر یہ التزام ان کے بارے میں ہی نہیں بلکہ جن لوگوں نے ان کا ساتھ دیا جو ان کے ساتھ رہے۔ مثلاً ان کے خادم اور ہمارے مخدوم حتیٰ کہ ان کے دشمن بھی اپنی تمام کارگزاریوں کے باعث تاریخ کے تذکروں میں موجود ہیں۔ پھر یہ قافلہ آج تک چل رہا ہے۔ اس قافلہ میں جلیل المرتبت صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ہیں کہ تاریخ ان کے پاؤں کو بوسہ دے کر نکلتی ہے۔ تابعین بھی ہیں کہ تذکرے ان کی روایتوں سے جگمگاتے ہیں۔ تبع تابعین بھی ہیں کہ عقل ان سے عشق کی بھیک مانگتی ہے۔ ائمہ بھی ہیں کہ شہادت ان کے ساتھ چلتی ہے۔ فقیہہ بھی ہیں کہ آستانہ رسالت ﷺ پر کشکول لے کر کھڑے ہیں۔ محدث بھی ہیں کہ حضور ﷺ کے مقدس ہونٹوں کی صدائیں چنتے ہیں۔ عالم بھی ہیں کہ نقوش قدم کے تعاقب میں چلے جاتے ہیں۔ مشائخ کی بھیڑ ہے، اہل اللہ کا ہجوم ہے، صوفیوں کی جماعت ہے، زاہدوں کی ڈار ہے۔ عابدوں کا حلقہ ہے۔ پھر اسی پر اکتفا نہ کیجئے، بڑھتے چلیے فاتحین کا لاؤ لشکر ہے، جانبازوں کی فوج ظفر موج ہے، سپہ سالاروں کا انبوہ ہے، شہنشاہوں کا غول ہے کیسے کیسے لوگ خانہ زادوں میں ہیں اور کس کس عجز سے جھکتے چلے جاتے ہیں۔ زبانوں میں تاثیر ہے تو اس نام سے، قلم میں ولولہ ہے تو اس ذکر سے، زبان میں بانکپن ہے تو اس خیال سے، دل میں سرور ہے تو اس تصور سے، دماغ میں حس ہے تو اس جمال سے، آنکھوں میں نور ہے تو اس ظہور سے۔

ماخذ: ماہنامہ نقیب ختم نبوت، ملتان

تحریر: آغا شورش کاشمیری

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ آل عمران (آیات 27 تا 29)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ز وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ o لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ج وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ط وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ط وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ o قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ط وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ o﴾

''تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے۔ اور تو ہی جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق بخشتا ہے۔ مؤمنوں کو چاہئے کہ مؤمنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں' اور جو ایسا کرے گا اس سے اللہ کا کچھ (عہد) نہیں' ہاں اگر اس طریق سے تم ان (کے شر) سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو (تو مضائقہ نہیں) اور اللہ تم کو اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے' اور اللہ ہی کی طرف (تم کو) لوٹ کر جانا ہے۔ (اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ کوئی بات تم اپنے دلوں میں مخفی رکھو یا اسے ظاہر کرو اللہ اس کو جانتا ہے' اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اس کو سب کی خبر ہے' اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اے اللہ! تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور دن کو نکال لاتا ہے رات سے' اور تو نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور تو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے۔ اس کی بہترین مثال مرغی اور انڈہ ہے۔ مرغی زندہ ہے اُس کے اندر سے انڈہ برآمد ہوتا ہے جس میں جان نہیں اور اس بے جان انڈے سے جاندار چوزہ نکل آتا ہے۔ پھر اے اللہ! رزق تیرے ہاتھ میں ہے' جس کو تو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔

اے اہل ایمان! کافروں کو اپنا دوست اور رازدار نہ بناؤ۔ قلبی دوست رازدار ہوتے ہیں' پھر یہ ایک دوسرے کے پشت پناہ سمجھے جاتے ہیں۔ کسی مسلمان کو ایسا تعلق کفار کے ساتھ رکھنے کی اجازت نہیں۔ ہاں اخلاقی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ان کے ساتھ اچھا رویہ اور رواداری کا سلوک ضرور ہونا چاہئے۔ ان کے ساتھ گفتگو شائستہ انداز میں کی جائے یہ تو صحیح ہے' مگر دلی محبت' قلبی رشتہ' جذباتی تعلق اور باہمی مودت قائم کر لینے کی اجازت نہیں۔ اہل ایمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ ایمانداروں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بنائیں اور ان کے ساتھ محبت کا تعلق پیدا کریں۔ جو کوئی بھی ایسا کرے گا اللہ کے ہاں اس کا کوئی مقام نہیں ہوگا یعنی اللہ کے ساتھ اس کا کوئی رشتہ نہیں رہے گا۔ صاف بات ہے کہ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ سوائے یہ کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو۔ بعض اوقات ایسے حالات ہوتے ہیں کہ کھلے مقابلے کا ابھی موقع نہیں تو آپ حکمت اور مصلحت سے کام لیتے ہوئے کوئی ظاہری خاطر مدارات کا معاملہ کر لیں گویا کہ you are buying time کہ وقت کی نزاکت کا لحاظ رکھنا ضروری ہو گیا ہو تو اب کوئی حرج نہیں۔ لیکن یہ کہ مستقل اور واقعی قلبی محبت قائم کر لینا جائز نہیں۔ اسی آیت کے ان الفاظ کو ہمارے ہاں اہل تشیع نے تقیہ کی بنیاد بنا لیا ہے اور پھر اسے اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ جھوٹ بھی بولو اور اپنے عقائد بھی چھپا لو تو جائز ہے۔ یہ مطلب لینا حد سے تجاوز کرنا ہے۔ اجازت تو صرف ظاہری مدارات کی حد تک ہے۔ یہ نہیں کہا کہ اب آپ جھوٹ بولنے اور عقائد کو چھپانے تک کر گزریں۔ ہم سورۃ البقرہ میں پڑھ چکے ہیں کہ اگرچہ ان یہودیوں کے دلوں کے اندر آگ بھری ہوئی ہے اور تمہارے خلاف ان کے دلوں میں غم و غصہ اور دشمنی موجود ہے تاہم ابھی ذرا درگزر کرتے رہو۔ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا یعنی جانے دو اور نظر انداز کرو۔ فوری طور پر ان کے ساتھ مقابلہ وغیرہ شروع کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس حد تک مصلحت بینی تو صحیح ہے' لیکن یہ نہیں کہ آدمی جھوٹ بولنا بھی جائز سمجھ لے۔ اور فرمایا کہ اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے' کسی دوسرے سے ڈر کر خواہ مخواہ خاطر مدارات پر اتر آنا بھی صحیح نہیں ہے۔ کسی آڑے وقت میں مصلحتاً ایسا کرنا ضروری ہو جائے تو بادلِ ناخواستہ اس کی اجازت سمجھو۔ اصل تو تمہارے دل میں خوف صرف اللہ ہی کا ہونا چاہئے کیونکہ اللہ ہی کی طرف (جواب دہی کے لئے) لوٹ کر جانا ہے۔

پھر یہاں وہی الفاظ آ گئے جو سورۃ البقرہ کے آخر میں آئے تھے۔ وہاں فرمایا اگر تم ظاہر کرو جو تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپاؤ اللہ تعالیٰ تو تم سے اس کا حساب لے گا۔ یہاں فرمایا کہہ دیجئے کہ اگر تم چھپاؤ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے یا تم اسے ظاہر کرو اللہ تعالیٰ تو بہر حال اسے جانتا ہے تمہارے ظاہر کرنے یا چھپانے سے اس کے ہاں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ تم ایک دوسرے سے تو چھپا سکتے ہو' مگر اللہ سے نہیں۔ وہ تو جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

فرمانِ نبوی

چوہدری رحمت اللہ بٹر

بیٹے کا قاتل

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ حَذَفَ رَجُلٌ ابْنًا لَهُ بِسَیْفٍ فَقَتَلَهُ فَرُفِعَ اِلٰى عُمَرَ فَقَالَ: ((لَوْ لَا اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: لَا یُقَادُ الْوَالِدُ مِنْ وَلَدِهٖ لَقَتَلْتُكَ قَبْلَ اَنْ تَبْرَحَ)) (رواہ مسند احمد)

حضرت مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی تلوار اپنے بیٹے کی طرف پھینکی پس وہ قتل ہو گیا۔ اس کا معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو حضرت عمر نے فرمایا: ''اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ والد کو اپنے بیٹے کے قصاص میں قتل نہ کیا جائے گا تو میں تجھے قتل کر دیتا اپنی جگہ سے ہٹنے سے پہلے''۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

جلد		شمارہ
13	13 تا 19 مئی 2004ء 22 تا 28 ربیع الاوّل 1425ھ	19

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر انتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت
ڈاکٹر عبدالخالق ۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

☆☆☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے
متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

عراق اور اقوام متحدہ کی امن فوج

❁ گزشتہ ہفتے ''ندائے خلافت'' کے اداریے میں ہم نے اطلاع دی تھی کہ پاکستان نے عراق میں اقوام متحدہ کی امن فوج بھیجنے سے متعلق 17 مئی کو سلامتی کونسل کے خصوصی اجلاس کے انعقاد کی تجویز دی ہے جس کی صدارت پاکستان کے وزیر خارجہ میاں خورشید محمود قصوری کریں گے۔ یاد رہے کہ مئی کے دوران میں سلامتی کونسل کی صدارت اپنی باری پر پاکستان کے پاس ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ امریکا اپنے اس ''غیر ناٹو دوست'' سے اقوام متحدہ کی امن فوج کے بارے میں اپنی مرضی کا فیصلہ کرانے میں سہولت محسوس کرے گا۔ آج 11 مئی کی تازہ خبر ہے کہ امریکا کی نائب وزیر خارجہ محترمہ روکا صاحبہ بھی بعض ''سنجیدہ امور'' پر گفتگو کے لئے پاکستان آ رہی ہیں۔

اب امریکا بہادر کی بش انتظامیہ اس عالمی ادارے سے ملتجی ہے کہ کسی بھی طرح وہ پھنسی ہوئی امریکی فوج کو اس جہنم زار سے نکالے۔ یا وہ عالم تھا کہ اقوام متحدہ کو نظر انداز اور بے وقار کرنے کے بعد اپنی طاقت کے زعم میں عراق پر یک طرفہ طور پر جنگ مسلط کرنے اور بے بنیاد الزامات عائد کر کے ایک بڑی اتحادی فوج کی قیادت کرتے ہوئے عراق پر قابض ہو گیا تھا۔ اب ماہِ رواں کے دوران میں پاکستان کی صدارت میں اقوام متحدہ کی امن فوج متعین کرنے کے حوالے سے اجلاس ہونے والا ہے اور بش انتظامیہ عراق میں اقتدار کی منتقلی کے اپنے منصوبے کی توثیق کے لئے ایک قرارداد کی منظوری کی خواہاں ہے' لیکن اب تک اقوام متحدہ کے کردار کے بارے میں واضح طور پر کوئی صراحت سامنے نہیں آئی ہے۔

عراق میں اقوام متحدہ کے خصوصی ایلچی لخدر براہیمی امریکی حکام اور عراقی عبوری کونسل اور دوسرے افراد سے صلاح مشورے کر رہے ہیں اور نگران عبوری حکومت کی تشکیل کی کوشش کر رہے ہیں' لیکن اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے امریکی پالیسی کی کھل کر مخالفت کر کے دوبارہ امریکی طلسم میں آنے سے انکار کر دیا ہے۔ کوفی عنان نے گزشتہ سال اگست کے بم دھماکے میں بغداد میں اقوام متحدہ کے متعین خصوصی نمائندے میرو پراؤی میلو کی جگہ اب تک کوئی نیا خصوصی نمائندہ مقرر نہیں کیا ہے۔ بم دھماکے کے بعد اقوام متحدہ نے عراق سے اقوام متحدہ کے تمام متعلقہ افراد کو نکل جانے کا حکم دیا تھا' لیکن امریکا اور برطانیہ کے دباؤ پر اقوام متحدہ کے نمائندے لخدر براہیمی اب تک عراق میں نگران عبوری حکومت کے امکانات پر مذاکرات کر رہے ہیں۔

بش انتظامیہ کے بعض افراد اور یہودی لابی کے رہنماؤں کے لئے امریکا کی اس مہم جوئی کی ناکامی کے بعد اب اقوام متحدہ کے سر پر نیا بوجھ لادنے پر کوفی عنان کی ہچکچاہٹ قابل فہم ہے اور ہر ملک ان سے ہمدردی کا اظہار کر سکتا ہے۔ امریکا نے اس عالمی ادارے کو بے توقیر کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور پوری دنیا امریکا کے تکبر و غرور کی شاہد ہے کہ اس نے سرد جنگ کے خاتمے کے بعد اقوام متحدہ کو کس بے رحمی سے گھر کی لونڈی بنا لیا ہے اور جہاں اور جب اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے' اسے استعمال کر لیتا ہے۔ افغانستان میں بھی یہی ہوا۔ عراق میں بھی یہی ہوا۔ لیکن عراق میں مجاہدین نے بش انتظامیہ اور امریکی افواج کو وہ ناک چنے چبوا دیے ہیں کہ وہ اب اپنا تھوکا چاٹنے پر مجبور ہے اور اقوام متحدہ سے ملتجی ہے کہ وہ عراق سے امریکی افواج کو جلد از جلد نکالنے اور اس کی جگہ اقوام متحدہ کی فوج تعینات کرنے میں اس کی مدد کرے۔ اب امریکا اتنا پریشان اور مایوس ہو چکا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کا قانونی تحفظ حاصل کر کے جلد از جلد اپنی فوج کو عراق سے نکالنا چاہتا ہے جہاں وہ بری طرح پھنس چکا ہے۔ امریکی فوجیوں کی بڑھتی ہوئی شرح اموات نے وہائٹ ہاؤس کو تلپٹ کر کے رکھ دیا ہے اور جوں جوں مزاحمت میں شدت اور وسعت آتی جا رہی ہے' بش انتظامیہ محسوس کر رہی ہے کہ اب اقوام متحدہ کے تحفظ کے بغیر چارہ نہیں۔ لیکن امریکا اور اس کے اتحادیوں نے عراق کے مسلمانوں پر جو مظالم کئے ہیں' ان کے ردعمل نے مسلمانوں کو سخت مزاحمت کا راستہ دکھا دیا ہے۔ اس مزاحمتی تحریک کو دیکھتے ہوئے اقوام متحدہ بھی عراق کی دلدل میں نہیں پھنسنا چاہتی۔

ایسی صورت حال میں اقوام متحدہ کو عراق میں پھنسانے کی امریکی کوشش ایک چال' ایک دھوکا اور فریب کے سوا کچھ نہیں۔ سیکرٹری جنرل کوفی عنان اس فریب کی حقیقت اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہمارے ملک کے اربابِ اقتدار اور خصوصاً وزیر خارجہ میاں خورشید محمود قصوری کو بھی اس کا ادراک کرنا چاہئے کہ اقوام متحدہ کی امن فوج بھی جس میں پاکستان اپنی فوج شامل کرنے کا خواہشمند ہے' اب عراق کے بگڑے ہوئے حالات کو سدھار نہیں سکتی۔ عراقیوں کی مزاحمتی تحریک اب امریکا اور اس کے اتحادیوں کی فوج ہو یا اقوام متحدہ کی امن فوج' سب کے خلاف ہے۔ ایسی صورت حال میں پاکستانی فوج کو عراقیوں کی تحریک آزادی کو کچلنے پر مامور کرنا ہرگز ملک و ملت کے مفاد میں نہ ہو گا۔ امت مسلمہ کی حالیہ تاریخ کا اس سے بڑا سانحہ اور کوئی نہ ہو گا۔ مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑانے کی مغربی استعمار کی یہ پرانی سازش' کامیاب نہیں ہونی چاہئے۔ اس سے الحذر' سو بار الحذر۔

(مدیر انتظامی)

لیبیا تبدیلیوں کی زد میں

باسٹھ سالہ کرنل معمر قذافی یقیناً عجیب و غریب شخصیت کے مالک ہیں کیونکہ ان پر یہ مثل بیٹھتی ہے کبھی تولہ کبھی ماشہ۔ کرنل صاحب نے یکم ستمبر 1969ء کو اپنے ہم خیال ساتھیوں کے ہمراہ شاہ ادریس اوّل کا تخت الٹایا اور خود ملک کی باگ ڈور سنبھال لی۔ جمال عبدالناصر کی طرح مغرب کو پھٹکار بھیجی اور عرب اتحاد پر زور دیا۔ پوری دنیا میں جہاں جہاں مسلمان آزادی کی خاطر استعماریوں سے نبرد آزما ہیں انہیں مالی مدد فراہم کی۔

مگر رفتہ رفتہ وہ عالم اسلام سے دور ہوتے گئے اور ان پر سوشلزم کا بھوت سوار ہو گیا۔ انہوں نے حکومت کا نظام بھی ایسا بنایا جو سوشلسٹ اور اسلامی نظریات کا ملغوبہ تھا۔ اس کے بعد بڑی آہنی گرفت سے اگلے چونتیس سال لیبیا پر حکمرانی کی اور خصوصاً امریکہ کے دشمن نمبر ایک بن گئے جس نے 1980ء کے عشرے میں کرنل صاحب کو مارنے کے لئے کئی ہوائی حملے کئے۔ ایک حملہ میں ان کی نوزائیدہ بیٹی بھی ماری گئی۔ تاہم قذافی صاحب نے مغرب دشمنی ترک نہ کی۔

پچھلے سال ماہ دسمبر میں اچانک انہوں نے زیتون کی ڈالی بلند کردی اور اعلان کیا کہ لیبیا اپنے تمام حیاتیاتی' کیمیائی اور ایٹمی ہتھیار تباہ کر رہا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ایسا اس لئے ہوا کیونکہ اقوام متحدہ کی عائد کردہ پابندیوں کے باعث لیبیا کی معیشت بری طرح متاثر ہوئی ہے اور اگر حکومت اپنے ہتھیار تباہ نہ کرتی' تو امریکہ اس پر حملہ آور ہو سکتا تھا۔ یوں صدر قذافی بھی ان مسلم حکمرانوں کی صف میں شامل ہو گئے جنہیں مسلم امہ کی فکر صرف زبانی کلامی ہے' عملی طور پر حالت یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنا ملک!

کرنل قذافی سوشلسٹ طریقہ حکمرانی ترک کر کے سرمایہ دارانہ پالیسیاں اپنا رہے ہیں۔ انہوں نے پچھلے ماہ یورپ کا دورہ کیا تاکہ یورپی سرمایہ کاروں کو لیبیا میں سرمایہ کاری کی دعوت دیں۔ انہوں نے برسلز میں ایک پریس کانفرنس کے دوران کہا "لیبیا اب مسلم تنظیموں کی مدد نہیں کرے گا تاکہ اقوام عالم کے درمیان امن کی فضا قائم ہو۔ اب ہم دنیا میں تحریک محبت چلائیں گے"۔ انہوں نے کہا "جب طاقت استعمال کرنے کی ضرورت تھی' تب ہم نے تاریخی کردار ادا کیا مگر اب مسلح جدوجہد کے بجائے امن و آشتی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ لیبیا اس ضمن میں قائدانہ کردار ادا کرے گا"۔

اس وقت لیبیا کی آبادی پچپن لاکھ ہے اور وہاں تیل کی دولت کے باعث خوشحالی ہے۔ وہاں 36 ارب بیرل کے مصدقہ ذخائر موجود ہیں اور بین الاقوامی پابندیاں ہٹنے کے بعد یقیناً لیبیا کے منافع میں بہت اضافہ ہوگا۔ تاہم اس وقت ملک کی معاشی حالت اچھی نہیں۔ بے روزگاری عام ہے۔ ملازمین کی اکثریت سرکاری اداروں سے وابستہ ہے۔ اب حکومت انہیں نجی شعبے کے سپرد کر رہی ہے جو یقیناً فالتو لوگ نکال دیں گے۔ لہٰذا بے روزگاری مزید پھیلنے کا خطرہ ہے۔

افغانستان ـــــ نازک دوراہے پر

پڑوسی ملک میں جب غیر ملکی افواج آئیں تو دوستوں نے خوشی کے شادیانے بجائے کہ اب وہاں امن کا دور دورہ ہوگا مگر کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔ افغانی حکومت اتنی غیر مستحکم ہے کہ وہ جون میں ہونے والے عام انتخابات بھی نہیں کروا سکی کیونکہ خطرہ ہے اس کے باعث خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ افغانستان پر عملاً امریکہ اور دوسری مغربی طاقتوں کا فوجی قبضہ ہے اس کے باوجود وہاں حالات معمول پر نہیں آ رہے بلکہ روز بروز بگڑ رہے ہیں۔ ماہرین کا خیال ہے کہ صورت حال یہی رہی تو افغانستان بھی امریکہ کے لئے عراق بن سکتا ہے کیونکہ یہاں موجود طالبان اور ان کے ہم خیال آئے دن امریکی اور یورپی فوجیوں پر حملے کرتے رہتے ہیں۔ یہاں ساڑھے پندرہ ہزار امریکی فوجی تعینات ہیں۔ حال ہی میں امریکہ نے یہ اشارہ کر کے افغانی حکومت سے وابستہ رہنماؤں کی نیندیں حرام کردی ہیں کہ ان کی تعداد میں جلد کمی کردی جائے گی۔

ماہرین کے مطابق اگر ایسا ہوا تو یہ سیاسی اور فوجی لحاظ سے تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا اور یہ حقیقت سچ ثابت ہو جائے گی کہ افغانستان میں امریکہ کی آمد کا مقصد اسے مستحکم کرنا نہیں بلکہ دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ کا ایک مورچہ فتح کرنا تھا۔ علاوہ یہ حقیقت بھی ہے کہ امریکہ ہمیشہ نازک مرحلے پر افغانیوں کو دھوکا دیتا ہے۔

افغان حکومت کا کہنا ہے کہ ستمبر میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات ہوں گے مگر ماہرین کہتے ہیں کہ موجودہ حالات میں یہ ممکن ہی نہیں کیونکہ افغانستان کے بیشتر علاقوں پر جنگی سرداروں (وارلارڈز) کا قبضہ ہے۔ وہ اسلحہ اور طاقت کے بل بوتے پر پارلیمان میں پہنچنے کی کوشش کریں گے اور جو ناکام رہے وہ لڑائی جھگڑا کر سکتے ہیں۔ نتیجتاً ملک کو ایک اور خانہ جنگی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔ ویسے بھی حامد کرزئی کی حکومت اس قابل نہیں کہ صاف ستھرے انتخابات کروا سکے کیونکہ وہ خود امریکہ کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہے۔

عرب امریکہ سے دولت نکال لیں

ملائشیا کے سابق دلیر وزیر اعظم مہاتیر محمد نے عرب ممالک کے شیوخ پر زور دیا ہے کہ وہ تیل کے ہتھیار کی مدد سے امریکی آمریت اور دہشت گردی کا مقابلہ کریں۔ انہوں نے یہ مخلصانہ مشورہ بھی دیا کہ وہ امریکی بینکوں میں موجود اپنے اربوں ڈالر نکال لیں تاکہ امریکہ دیوالیہ ہو جائے۔ مہاتیر محمد نے اسلامی تنظیموں پر زور دیا کہ وہ دہشت گردی کی راہ نہ اپنائیں کیونکہ وہ حق پر ہیں لہٰذا میز پر بیٹھ کر دلائل کے ذریعے بھی اپنی بات منوائی جا سکتی ہے۔ بموں سے حملے بے فائدہ ہیں بلکہ یہ الٹ نتائج دیتے ہیں۔ خودکش حملوں سے فوجی ہلاک ہوں' تب تو ٹھیک ہے مگر بے گناہ عوام مارے جائیں تو بڑے صدمے کی بات ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کہاں ہے؟

پندرہ جولائی کو ترکی اور امریکہ سے تعلق رکھنے والے پندرہ محقق اور سائنسدان ترکی اور آذربائیجان کی سرحد پر موجود پندرہ ہزار فٹ بلند "کوہ ارارات" کی چوٹی پر پہنچنے کی کوشش کریں گے تاکہ وہاں حضرت نوحؑ کی وہ کشتی تلاش کرسکیں جس کے ذریعے انہوں نے طوفانِ نوحؑ کو ٹالا تھا۔ پچھلے دس برسوں سے یورپ میں اتنی گرمی پڑی ہے کہ کوہ ارارات کی چوٹی سے برف پگھل گئی۔ اب جاسوس خلائی سیاروں نے خبر دی ہے کہ وہاں لکڑی کی ایک ایسی چیز موجود ہے جو چودہ میٹر بلند' تیئس میٹر چوڑا اور ایک سو سینتیس میٹر لمبا ہے۔ حتیٰ کہ سیاروں کے کیمروں نے اس شے کی تصاویر بھی اتار لی ہیں۔

اس مہم کی سربراہی ترک سلجوق یونیورسٹی میں انگریزی کے پروفیسر احمد علی ارسلان کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ پہاڑ کی ڈھلوانیں بہت خطرناک ہیں اس لئے ان پر چڑھنا جان جوکھوں کا کام ہے یہ مہم ذہنی اور جسمانی لحاظ سے بہت بڑا چیلنج ہے۔ اگر چوٹی پر کشتی نما کوئی شے مل گئی تو یہ حیرت انگیز اثریاتی انکشاف ہوگا۔ یاد رہے کہ بائبل کے مطابق طوفانِ نوحؑ میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کوہ ارارات پر آ کر ٹک گئی تھی جو ایک اندازے کے مطابق 5600 قبل مسیح میں آیا تھا۔ چوٹی پر موجود کشتی نما شے کو سب سے پہلے 1994ء میں امریکی جاسوس طیارے کے پائلٹ نے دیکھا تھا۔ دس سال بعد ترک پائلٹوں نے بھی اسے دیکھا مگر وہاں کوئی تحقیقی مہم نہ جا سکی کیونکہ سوویت یونین کو ڈر تھا کہ اس میں امریکی جاسوس شامل ہوں گے۔

منبر و محراب

اللہ تعالیٰ اس امر کا محتاج نہیں ہے کہ اسلام کو صاحب حیثیت لوگوں کے ذریعے ہی سربلندی عطا کرے

ایمان کو پختہ کرنے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کو گہرا کرنے کا ذریعہ تلاوتِ قرآن مجید ہے

شدید ابتلاء و آزمائش کے دور میں

مسلمانوں کے لئے خصوصی ہدایات

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے 30 اپریل 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

✿ تنظیمی معاملات کے سلسلے میں بیرونِ لاہور ہونے کے باعث پچھلے دو اجتماعاتِ جمعہ میں سورۃ الکہف کا سلسلہ وار درس نہ ہو سکا۔ اب تک آیت 28 تک کا مطالعہ کیا جا چکا ہے' تاہم مناسب ہوگا کہ آج نشست کا آغاز 27ویں آیت سے کیا جائے تا کہ چند ضروری مباحث اعادے کے طور پر سامنے آ سکیں۔

سوائے شروع کی چند آیات کے' سورۃ الکہف کا پورا چوتھا رکوع آنحضور ﷺ اور مسلمانوں سے خطاب پر مشتمل ہے۔ اصحاب کہف کے واقعے کے پس منظر اور حالات کی مناسبت سے کچھ خصوصی ہدایات آنحضور ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو دی گئی ہیں۔ اصحاب کہف کا معاملہ بھی یہی تھا کہ کچھ نوجوانوں نے بدترین شرک کے ماحول میں نعرۂ توحید بلند کیا' جس کے نتیجے میں انہیں بادشاہِ وقت کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمانوں کو یہ صورتِ حال مکی دور میں درپیش ہوئی اور یہ وہی وقت ہے جب سورۃ الکہف نازل ہو رہی ہے۔ مکہ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے مرکزِ توحید کی حیثیت حاصل تھی' نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت شرک کا سب سے بڑا اڈا بن چکا تھا۔ ایسے میں آنحضور ﷺ اور آپؐ کے صحابہ نے نعرہ توحید بلند کیا تو انہیں تمام اوچھے ہتھکنڈوں سے ستایا گیا' ترغیب اور لالچ بھی دی گئی' بدترین تشدد ہوا اور بالآخر آنحضور ﷺ کی جان لینے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ یہ وقت اصحاب کہف کے حالات سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ اصحاب کہف پر جب قافیۂ حیات تنگ ہو گیا تو انہوں نے اپنے کنبے قبیلے اور شہری سہولیات کو ترک کر کے غاروں میں پناہ لی۔ یہاں بھی حضورِ اکرم ﷺ اور مسلمان ہجرت کرنے پر مجبور ہیں۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ استقامت دکھائی جائے اور اللہ پر توکل مزید گہرا ہو۔ لہٰذا اس کے لئے راستہ بتایا گیا کہ: ''**تلاوت کرو** (اس کی کہ) جو وحی کی گئی ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی کتاب میں سے''۔ ایمان کو مزید پختہ کرنے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مزید گہرا کرنے کا ذریعہ تلاوت قرآن ہے۔ اس کو غور وفکر کے ساتھ پڑھنے سے یہ یقین تازہ ہوگا کہ اس کائنات میں اصل طاقت اللہ ہی کی ہے' اور یہی یقین استقامت کی بنیاد بنتا ہے۔ پھر فرمایا گیا: ''اللہ تعالیٰ کے کلمات کو بدلنے والا کوئی نہیں''۔ اگرچہ اس وقت سردارانِ قریش فرعون بنے بیٹھے ہیں لیکن ان میں سے کوئی تمہارے رب کے فیصلوں کو بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ باطل قوتوں کو ایک وقت تک چھوٹ دی جاتی ہے لیکن بالآخر رب کا فیصلہ ہی نافذ ہوتا ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے' وہ اسی کے اذن سے ہو رہا ہے اور جو نتائج نکلیں گے' وہ بھی اذنِ رب ہی سے نکلیں گے۔ درحقیقت تمہاری آزمائش مقصود ہے۔ اگر تم راہِ حق پر چلو گے تو کامیاب قرار پاؤ گے۔ ایک انسان اپنے آپ کو اللہ کا وفادار ثابت کر دے تو اللہ کی نگاہ میں وہ کامیاب ہے' چاہے بظاہر اس نے دنیا میں کچھ حاصل کیا یا نہیں۔ اس کی محنت کا نتیجہ اس کی زندگی میں نکلے یا نہ نکلے' اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ یہ امتحان محض وفاداری کا ہے۔ چنانچہ آگے واضح کر دیا گیا کہ: ''اور تم اس کے سوا کوئی اور جائے پناہ نہیں پاؤ گے''۔ اصحاب کہف نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ایک معنی میں اس کی طرف ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ نے اسباب وعلل کے پردوں کو چاک کر کے اپنی مدد کا ایک نقش قائم کر دیا۔ وہ مسبب الاسباب ہے۔ کبھی وہ اسباب کے پردوں کے اندر سے ہی مدد کرتا ہے اور کبھی غیبی طور پر' لیکن جائے پناہ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

اس دجالی دور کے لئے بھی یہی پیغام ہے۔ جب کُل اختیار بظاہر ابلیسی قوتوں کے ہاتھوں میں ہو اور مسلمان بے دست و پا نظر آئیں تو اس سے ایمان کے اندر ایک مرتبہ لغزش آتی ہے اور یقین ڈگمگانے لگتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ معاذ اللہ بے یار و مددگار ہے۔ ان حالات میں اللہ پر توکل کرنے والوں کے لئے یہ ہدایت ہے کہ تمہارا اصل سرمایہ ایمان کی دولت ہے۔ ایمان میں پختگی اور گہرائی پیدا کرنے کا اصل ذریعہ تلاوتِ قرآن مجید ہے۔ ابلیس کو اس کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے یہ مہلت دے دی تھی وہ اللہ کے نیک بندوں کو ورغلا سکے۔ اس مہلت کی ایک جہت یہ بھی ہے کہ وہ اہلِ حق کے لئے جتنی زیادہ مشکلات پیدا کر سکتا ہے' اس کی انتہا دجالی فتنہ کی صورت میں ہو جائے گی۔ فتنہ وہ صورتحال ہے جس میں ایمان پر کاربند رہنا مشکل بنا دیا جائے۔ اگر توکل غیر اللہ پر ہو گیا تو اس دجالی دور کے امتحان میں ناکام ہو گئے۔

آیت 28 کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ: ''اور (اے نبیؐ) آپؐ اپنے آپ کو روک کر رکھئے ان لوگوں کے ساتھ جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں''۔ 13 برس تک دعوت دیتے رہنے کے بعد آنحضور ﷺ کو یہ علم ہو گیا تھا کہ اسلام کو دنیا میں سربلندی اور قوت تب ہی ملے گی جب کچھ صاحب حیثیت لوگ ایمان لائیں۔ دوسری طرف سردارانِ قریش حضور ﷺ کو کہا کرتے تھے کہ تم نے اپنے ارد گرد جو کم حیثیت لوگ (معاذ اللہ' نقل کفر کفر نباشد) بٹھائے ہوئے ہیں پہلے انہیں اٹھاؤ' پھر ہم تمہاری بات سنیں گے۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت آ رہی ہے کہ آپؐ ان امراء اور رؤسا کی طرف متوجہ نہ ہوں بلکہ آپ کی التفات کا مرکز وہ درویش لوگ ہونے چاہئیں جو ایمان لا چکے ہیں۔ یہ افراد حاصلِ انسانیت ہیں۔ یہ لوگ کیوں قابلِ ترجیح اور زیادہ پسندیدہ ہیں' اس کی وجہ آگے بیان کر دی گئی کہ ''وہ رب کے روئے انور کے طلب گار ہیں''۔ ان کی زندگی کا مقصد صرف اپنے رب کی رضا کا حصول ہے۔

لہٰذا ہدایت کی گئی کہ ایسے لوگوں کے ساتھ جڑ کر رہو جو دنیا کی چمک دمک میں کھو کر نہیں رہ گئے بلکہ اپنے رب کو پکارنے والے' اسی پر توکل کرنے والے اور اس کی رضا کے طالب ہیں۔ پھر نصیحت کے انداز میں فرمایا گیا: ''آپؐ کی نگاہیں ان سے ہٹ کر دنیا کی زیب و زینت کی طرف مائل نہ ہونے پائیں''۔ یعنی ان صاحب حیثیت لوگوں کے پیچھے زیادہ ہلکان ہونا اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس امر کا محتاج نہیں ہے کہ دنیا میں اسلام انہی کے ذریعے آئے گا۔ مسبب الاسباب وہ خود ہے۔ اگرچہ ظاہری طور پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ جب تک اس قسم کے لوگ نہیں آئیں گے' اسلام کو قوت حاصل نہیں ہوگی۔ لیکن جب ان کی خوشامد میں ایک حد سے بڑھا جائے تو غیر محسوس طور پر اس کے اثرات داعیانِ حق پر ہونے لگتے ہیں اور دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ ان کے نزدیک بھی اصل حیثیت دنیاوی مال و اسباب اور حیثیت کی ہوگئی ہے۔ یہی موجودہ دور کے حوالے سے اہل حق کے لئے اصل رہنمائی ہے' اس لئے کہ آج دین کی خدمت کے پردے میں بھی اکثر دنیاداری ہی ہوتی ہے' الا ماشاء اللہ۔ آگے ارشاد ہوتا ہے: ''اور ہرگز ان کی باتوں میں نہ آیئے جن کے دلوں کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے''۔ ان کے کسی دباؤ کو قبول نہ کیجئے۔ یہ اللہ کی راہ سے دھتکارے ہوئے لوگ ہیں۔ مزید یہ کہ: ''اور یہ لوگ اپنے نفس کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں''۔ انہیں صرف اپنے دنیوی مفاد نظر آتے ہیں۔ یہ اپنی ناک سے آگے دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ 28ویں آیت کا اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے کہ: ''اور ان کا معاملہ تو حد سے گزر چکا ہے''۔ یہ بھی بے زاری کا کلمہ ہے کہ ایسے لوگوں سے اب خیر کی کوئی امید نہیں ہے' یہ تو بدترین انجام سے دوچار ہو کر رہیں گے۔

آیت 29 کے آغاز میں ارشاد ہوا: ''اور (اے نبیؐ) کہہ دیجئے کہ حق تو وہی ہے جو تمہارے رب کی جانب سے ہے''۔ کسی بات کے جھوٹ یا سچ ہونے کا فیصلہ کرنا ہو تو اسے قرآن کے پیمانے پر پرکھو۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس نے قرآن کی بنیاد پر بات کہی' اس نے سچ بات کہی۔ قرآن سے ہٹی ہوئی بات باطل ہے' اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی شانِ استغناء کا اظہار ہے کہ: ''جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے''۔ اللہ کا کلام موجود ہے اور حق منکشف ہوگیا ہے' اب چاہو تو مانو اور چاہو تو انکار کرو۔ یہ سب سردارانِ قریش کو سنایا جا رہا ہے۔ اہل حق کا انداز بھی اصل میں یہی ہونا چاہئے کہ وہ لوگوں کو دل سوزی اور خیرخواہی کے ساتھ اللہ کے دین کی طرف بلائیں' لیکن اس کے بعد ان کا جو فیصلہ ہے' وہ کریں۔ جتنی ان پر بات منکشف ہوگی' اتنا ان کا مواخذہ سخت ہوتا چلا جائے گا۔ کیا وہ اللہ کی عدالت سے کھسک سکتے ہیں؟ یہ حیات دنیوی ایک امتحان ہے' جس کے نتیجے میں جزا یا سزا ملنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ کسی کو زبردستی راہِ ہدایت پر نہیں لاتا۔ جو انسان شیطان کے راستے کو اختیار کرے' وہ اس کے لئے مزید آسان ہوتا جاتا ہے اور جو شخص صراطِ مستقیم کی طرف آئے' اللہ تعالیٰ اس کے لئے یہ راستہ آسان بناتا جاتا ہے' اگرچہ آزمائش بھی ہوتی ہے۔ ابدی زندگی میں انجام کے حوالے سے فرمایا جا رہا ہے: ''ہم نے ایسے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔ اس (آگ) کی قناتیں ان کا احاطہ کئے ہوئے ہیں''۔ یعنی اس وقت بھی جہنم کی آگ کی قنات ان کو گھیرے ہوئے ہے' فرق صرف یہ ہے کہ ابھی وہ آگ انہیں نظر نہیں آ رہی اور اس کی حدت محسوس نہیں ہو رہی۔ دنیا میں انسان کو غیب میں رکھا گیا ہے اور اسی سے امتحان ہے۔ آیت کے اگلے حصے میں بیان ہوا کہ: ''اگر فریاد کریں گے تو پانی ملے گا جیسے کھولتا ہوا تانبا' جو بھون ڈالے منہ کو''۔ جہنم کی سزا پانے والے جب پانی مانگیں گے تو ان کو ایسا مشروب دیا جائے گا جو کھولتے ہوئے تانبے کی مانند ہوگا۔ ''کَالْمُھْلِ'' کا ترجمہ پیپ بھی کیا گیا ہے' جیسے زخموں کا دھوون ہوتا ہے۔ وہ اتنی گرم ہوگی کہ منہ کو بھون کر رکھ دے گی۔ آیت کے آخر میں فرمایا گیا: ''سب سے بری ہے پینے کی وہ چیز (جو ان کا مقدر ہے) اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے (جو ان کو نصیب ہوگی)''۔

اگلی دو آیات میں اس کا ایک تقابل ہے۔ چنانچہ آیت 30 میں ارشاد ہوتا ہے: ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے' (وہ اطمینان رکھیں کہ) ہم کسی اچھے عمل کرنے والے کے اجر کو ضائع نہیں کرتے''۔ بعض اوقات دنیا میں اہل حق کے دل میں یہ شیطانی وسوسہ بھی آتا ہے کہ ہم اللہ کے دین کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں' حلال و حرام کی بندش کو قبول کیا ہے' نفس کو لگام دے رکھی ہے لیکن کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ سب کچھ اللہ کو معلوم ہی نہ ہو۔ لہٰذا یہاں یقین دلایا جا رہا ہے کہ اہل ایمان کے کسی بھی نیک عمل کو ضائع نہیں کیا جائے گا۔ آیت 31 میں جنت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ: ''ان لوگوں کے لئے باغات ہیں جن کے دامن میں ندیاں جاری ہوں گی' وہاں ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے' اور وہ پہنیں گے وہاں پر سبز کپڑے گاڑھے اور باریک ریشم کے' وہاں پر تخت ہوں گے جن پر وہ تکئے لگائے ہوں گے۔ کیا ہی عمدہ ہے وہ بدلہ (جو اللہ تعالیٰ انہیں عطا کرے گا) اور کیا ہی عمدہ ہے وہ آرام گاہ (جو ان کو ملنے والی ہے)''۔ اشارہ دے دیا گیا کہ انسان کے ذہن میں جو بھی آرام اور نعمت کا اعلیٰ ترین تصور ہوتا ہے اس سے بھی بہت آگے بڑھ کر اس کو ملے گا' اور وہ ابدی ہوگا۔ جن نعمتوں کا قرآن میں ذکر ہے' یہ صرف اہل جنت کی ابتدائی مہمان نوازی ہوگی۔ جو اصل نعمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے وفادار بندوں کے لئے تیار کی ہیں' ایک حدیث کے مطابق نہ کسی آنکھ نے انہیں دیکھا ہے' نہ کسی کان نے ان کے بارے میں سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا احساس تک گزرا ہے۔ یعنی جنت کی اصل حقیقت انسان کے تخیل سے ماوراء ہے۔ سورۃ السجدہ کی ایک آیت کی رُو سے: ''کسی نفس کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کچھ سامان چھپا رکھا ہے''۔ ایک حدیث کے الفاظ ہیں کہ دنیا کی نعمتوں کی قدر و قیمت اگر مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔ تو جسے اللہ واقعی اپنی نعمت قرار دے رہا ہے تو وہ کیا ہوگی!

ان ابدی نعمتوں کے حصول کے لئے اس چند روزہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری ثابت کرنا شرط ہے۔ ابدی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی بس ایک عارضی وقفہ ہے' لیکن اس میں اللہ تعالیٰ سے وفاداری ثابت کرنی ہے۔ ایمان کا حاصل یہ ہے کہ اللہ پر یقین اور توکل ہو۔ اگر توکل اسباب و وسائل پر ہو جائے تو یہ شرک ہے۔ دجالی دور کا سب سے بڑا شرک یہی ہے کہ مادی اسباب و وسائل پر سارا تکیہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر استقامت عطا فرمائے اور صحیح راستے پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (مرتب: محمد خلیق)

آیئے! وقت کو قیمتی بنایئے　　خود سیکھئے اور سکھایئے

گلی گلی کوچہ کوچہ　　دعوت دین پہنچایئے

خیر الناس من ینفع الناس بن کر　　اعلائے کلمۃ اللہ میں جت جایئے

سہ روزہ' ہفت روزہ پروگراموں میں وقت دے کر اپنے فکر کے استحکام' حرکی تربیت حاصل کریں' داعی الی اللہ بنیں اور دیگر تنظیمی و انتظامی اُمور میں حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے لئے قبول فرمائے۔ آمین۔

رفقاء احباب دفتر حلقہ/مرکز سے رابطہ کریں۔ آپ کے جواب کے منتظر

منجانب: شعبہ دعوت وتفریغ اوقات' تنظیم اسلامی

اسلام کا عالمی غلبہ اور پاکستان

ایوب بیگ مرزا

عرب مسلمانوں کے سیاسی عروج کا آغاز فتح مکہ سے ہوا اور وہ حیرت انگیز حد تک قلیل عرصے میں دنیا کے ایک بہت بڑے حصے کو زیر تسلط لانے میں کامیاب ہوئے۔ ان کی حکومت عالمی گلوب پر ''عقاب'' کے پروں کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ 1492ء میں سقوط غرناطہ کے ساتھ یہ انتہائی عروج بدترین زوال میں بدل گیا۔ عربوں کے زوال کی تکمیل سے پہلے ہی مسلمان ہندوستان میں مضبوطی سے قدم جما چکے تھے۔

1526ء میں ہندوستان میں مغلیہ حکومت قائم ہوئی اور ہندوستان طویل عرصے کے بعد متحد ہو گیا اور مضبوط مرکزی حکومت قائم ہوئی جس کا ہندوستان کے گوشے گوشے پر مکمل کنٹرول تھا' لیکن 1707ء میں شہنشاہ ہند اورنگزیب عالمگیر کی وفات سے مغلیہ حکومت زوال پذیر ہوگئی' لیکن اس سے پہلے ترک عربوں کی عظیم الشان سلطنت میں سے ایک حصے پر اپنا اقتدار مستحکم کر چکے تھے اور عربوں کی جگہ مسند خلافت پر متمکن ہو گئے تھے۔ ترکوں کا زوال ادارہ خلافت کے خاتمے کے ساتھ مکمل ہوا یعنی 1924ء میں ادارہ خلافت کے خاتمہ تک مسلمانوں کے سیاسی عروج کا معاملہ اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے والا رہا لیکن 1924ء کے بعد دنیا کے کسی خطے میں مسلمان ایک قوت بن کر نہ ابھر سکے۔ اگرچہ پچاس سے زیادہ آزاد اور خودمختار مسلمان ممالک موجود ہیں لیکن یہ آزادی اور خودمختاری اکثر مسلمان ممالک کے لئے تہمت بن چکی ہے۔ کسی مسلمان ملک میں عوام کی مرضی اور رائے سے حکومت نہیں بنتی بلکہ ان کا اقتدار اور حکومت یورپ اور امریکہ کی عیسائی حکومتوں کی مرہون منت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان ممالک میں مسلمانوں کی اکثریت موجود ہے اور ان کے حکمران بھی مسلمان ہیں۔

ان مسلمان ممالک میں سے پاکستان بھی ایک مسلمان ملک ہے لیکن پاکستان اس لحاظ سے دنیا کے تمام دوسرے مسلمان ممالک سے منفرد ہے کہ یہ صرف اس لئے مسلمان ملک نہیں کہلواتا کہ آبادی کی اکثریت مسلمان ہے اور حکمران بھی مسلمان ہیں بلکہ ملک تو حاصل ہی اسلام کے نام پر کیا گیا۔ اس کے وجود کی وجہ جواز ہی اسلام تھی ورنہ اس کا تو جغرافیہ ہی ناقابل فہم تھا۔ 1947ء میں جب ہندوستان آزاد ہوا تو اسے مشرق اور مغرب کی طرف سے کیک کی طرح کاٹ دیا گیا اور یہ اسلامی ریاست پاکستان کے مشرقی اور مغربی بازو کہلائے۔ اگرچہ یہ پاکستان متحدہ طور پر صرف چوبیس سال نکال سکا اور مشرقی پاکستان الگ ہو کر زبان کی بنیاد پر بنگلہ دیش بن گیا۔ قیام پاکستان کے فوری بعد یہ عام اور مضبوط تاثر تھا کہ پاکستان میں صرف اسلامی نظام رائج ہوگا۔

1951ء میں قرارداد مقاصد منظور ہو گئی۔ اس قرارداد کو وقت کے وزیراعظم لیاقت علی خان نے پیش کیا۔ اس قرارداد میں واضح طور پر کہا گیا کہ اصل حاکم تو اللہ رب العزت ہے۔ یہاں کے عوام اور ان کے نمائندے اس کے تفویض کردہ اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے شریعت محمدی کے دائرے میں وہ نظام وضع کریں گے جس سے قیام پاکستان کے مقاصد کی تکمیل ممکن ہو سکے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ اندرونی اور بیرونی سطح پر یعنی اپنوں اور بیگانوں کی طرف سے ایسی سازشیں ہوئیں کہ ہم گمراہ ہو گئے اور اصل راستے سے بھٹک کر حقیقی منزل سے دور بہت دور ہو گئے۔ انفرادی سطح کے گوشوں یعنی عقائد عبادات اور رسومات کے حوالہ سے ہم برے بھلے جیسے بھی تھے پختہ تر ہوئے ہیں لیکن معاشرت' سیاست اور معیشت جو انسان کی اجتماعی زندگی کے اہم ترین گوشے ہیں ان میں ہمارا حال کچھ اس طرح ہے کہ ہم اسلامی نظام کے قریب بھی نہیں گئے کہ اس کی برکات اور ثمرات سے بہرہ ور ہو سکتے البتہ بعض معاملات میں جزوی طور پر اور غیر دانشمندانہ انداز میں اسے یوں اپنایا کہ فائدے کی بجائے الٹا نقصان ہوا۔ مثلاً بنک کے فکس ڈیپازٹ پر زکوٰۃ کا نفاذ وغیرہ پھر یہ کہ سیکولر نظام کی بعض برائیوں کو اپنا لیا جن میں اباحیت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ لیکن اس نظام کی خوبیوں کے قریب بھی نہ پھٹکے مثلاً مستحکم جمہوری اداروں کا قیام اور آزادی رائے وغیرہ۔

اس وقت پاکستان میں جو بالفعل نظام قائم ہے وہ بدترین استحصالی نظام ہے۔ ہر جگہ طاقت ور کمزور کا گلا دباتے ہوئے نظر آ رہا ہے۔ جاگیردار اور وڈیرہ غریب کاشتکار کا استحصال کر رہا ہے صنعتکار مزدور کا خون چوس رہا ہے' تاجر اپنی تجوریاں بھرنے کے لئے ڈنڈی مار رہا ہے۔ مذہبی پیشوا مذہب کو قابل فروخت جنس بنا کر تجارتی منڈی میں لے آئے ہیں' سیاست دان جھوٹ فریب اور مکر کو سیاست کا نام دیتے ہیں سول اور ملٹری بیوروکریسی استحصالی طبقات سے اپنا پورا پورا حصہ وصول کر رہے ہیں لیکن اس سب کے باوجود راقم اس خوش فہمی میں مبتلا ہے یا یوں کہہ لیں کہ راقم کی چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے والا سلسلہ عارضی طور پر منقطع ہوا ہے' ختم نہیں ہوا بلکہ یہ وقفہ شاید اس لئے ہوا ہے کہ اب کے اسلام دنیا کے کسی ایک بڑے حصے میں قوت بن کر نہیں ابھرے گا بلکہ اس کا عروج پورے گلوب پر ہوگا یعنی عالمی سطح پر ہوگا۔

یہاں ایک وضاحت بہت ضروری ہے وہ یہ کہ قیامت سے پہلے اسلام کا عالمی غلبہ تو طے شدہ بات ہے۔ اس لئے کہ اس کی خبر تو دی ہے صادق المصدوق ﷺ نے لہٰذا عقل مانے یا نہ مانے اور حالات کتنے ہی برے کیوں نہ ہو جائیں آپ کا فرمان حقیقت بن کر رہے گا۔ میری خوش فہمی یہ ہے کہ اسلام کے اس عالمی غلبے کا آغاز پاکستان سے ہوگا یا پاکستان اس کا مرکز بنے گا۔ البتہ اس سے پہلے کتنی توڑ پھوڑ ہوگی پاکستان بحیثیت ملک اور پاکستانی قوم بحیثیت زوال اور پستی کی کس انتہا تک پہنچیں گے اس کے بارے میں کچھ کہنے سے ڈر لگتا ہے' کیونکہ پاکستان کے اسلامی نظام کی طرف رجوع کرنے کے دو طریقے کچھ عرصہ پہلے تک موجود تھے پہلا آسان طریقہ سوفٹ انقلاب کا تھا۔ ضیاء اور نواز شریف دور میں یہ مواقع گنوائے جا چکے ہیں اب صرف ہارڈ انقلاب کا راستہ باقی رہ گیا ہے' لہٰذا اس میں کتنا خون بہے گا اور کتنی بیش قیمت انسانی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑے گا اور کس کی قسمت میں اسلامی انقلاب کا دیکھنا ہوگا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

بہرحال شمال مغرب سے ایک طوفان اٹھ چکا ہے اور وہ پاکستان کے قبائلی علاقے میں داخل ہو چکا ہے اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ طوفان صحیح نہج اختیار کرے۔ اُدھر امریکہ مشرق وسطیٰ کے معاملات میں اس قدر الجھ چکا ہے کہ اس کے لئے پسپائی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ پھر یہ کہ اس نے دہشت گردی کے نام سے جس جنگ

کا آغاز کیا ہے' وہ مسلمان بمقابلہ یہود و نصاریٰ جنگ بنتی جا رہی ہے حالانکہ مسلمان حکمران انتہائی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ جنگ کا رنگ اختیار نہ کرے کیونکہ ایک طرف مسلمان عوام ہیں جن پر انہیں حکومت کرنی ہے اور دوسری طرف طاقتور عیسائی حکومتیں ہیں جن کے طفیل مسلمان حکمرانوں کی کرسیاں مضبوط ہیں۔

آخر میں راقم یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ پاکستان سے جو امیدیں باندھی گئی ہیں' جن کو راقم نے اپنی خوش فہمی قرار دیا ہے وہ بالکل بے بنیاد اور بلا جواز نہیں ہیں۔ دیکھئے پاکستانی معاشرے کی اس وقت جو حالت ہے وہ کچھ یوں ہے جیسے کوڑے کباڑ کے بعض ڈھیر ہیں جن کی بدبو سے دماغ ماؤف ہوتا جا رہا ہے لیکن ہر ایسے ڈھیر کے اوپر کوئی ہیرا یا کچھ ہیرے چمک رہے ہیں مثلاً سائنس کے علم اور ٹیکنالوجی کے حصول کے معاملے میں ہماری تمام حکومتوں کا رویہ صفر بلکہ منفی تھا۔ عوامی سطح پر بھی رجحان نہ ہونے کے برابر تھا لیکن اس کوڑے کے ڈھیر میں سے ڈاکٹر عبدالقدیر اور ڈاکٹر ثمر مبارک برآمد ہوئے۔ ملک میں میرٹ چونکہ کبھی ترقی اور حوصلہ افزائی کی بنیاد نہیں بنا' لہٰذا گندگی کا ایک ڈھیر سست' کام چور اور غیر ذمہ دار لوگوں کی صورت میں موجود ہے لیکن یہی لوگ دوسرے ممالک خصوصاً مغربی ممالک میں جاتے ہیں تو محنت شاقہ اور فطری ذہانت کا ایسا اظہار کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

پاکستانی فضائیہ کے پائلٹ امریکہ تربیت حاصل کرنے جاتے ہیں ان میں سے بعض اپنی ہنرمندی اور مہارت سے ایسے کرتب دکھاتے ہیں کہ ان کے امریکی استاد حیرت اور خوف سے آنکھیں موند لیتے ہیں۔ دنیا کے اکثر ممالک میں لوگ اپنی اپنی قوم کے لئے انسانی ہمدردی کے حوالے سے بڑے بڑے ادارے قائم کرتے ہیں اور دل کھول کر اتنی رقوم خرچ کرتے ہیں کہ انسان داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس معاملے میں بھی ہمارا معاشرہ بڑا سنگدل ہے اور پیسہ اصل معبود بن گیا ہے کسی کی تکلیف سے ہمارا دل نہیں پسیجتا لیکن ایسے مناظر بھی دیکھے گئے کہ اس معاشرہ میں کسی نے مال کیا دوسرے کی خاطر جان بھی قربان کی۔ گویا ایک سپر قوم بننے کی پوری پوری صلاحیت موجود ہے۔ لیکن رخ اور سمت درست نہیں ہے۔

پھر یہ کہ مخلص قیادت دستیاب نہیں ہے جونہی صحیح رخ متعین ہو گیا اور مخلص قیادت میسر آ گئی تو اس قوم کو عظیم اور سپر قوم بننے میں وقت نہیں لگے گا۔ اس وقت پاکستانی معاشرہ راکھ کے ایسے ڈھیر کی مانند ہے جس میں صلاحیت کی چنگاری موجود ہے جو کسی وقت بھی پاکستان کو ہی نہیں ساری دنیا کو روشن کر دے گی۔

قصور سے ایک فکر انگیز خط

محترم جناب ایڈیٹر صاحب ندائے خلافت لاہور

سلام مسنون

امید ہے آپ کے مزاج اقدس بخیر ہوں گے۔ ایک محترم دوست کے توسط سے 30 اپریل 2004ء تک مذکورہ رسالہ سے مستفید ہوتا رہا۔ نئے سال کے لئے حسب ارشاد -/250 روپے ارسال خدمت ہیں۔

(ا) خیالات میں اختلاف کو رحمت قرار دیا گیا ہے۔ آپ کی تنظیم کے مقاصد کے ارفع اور درست ہونے پر دو رائیں نہیں ہیں۔ تاہم طریق کار میں اصلاح کی گنجائش کو پیش نظر رکھتے ہوئے بندہ موجودہ قومی اور ملکی حالات کے بارے میں ذاتی تاثرات کا اظہار کرنے کی جسارت کر رہا ہے۔

قیام پاکستان سے لے کر اب تک مغربی جمہوریت' مارشل لاء' سوشلزم اور صدارتی طرز حکومت غرض انسانی فکر اور تجربہ کی روشنی میں ہم 57 برس ضائع کر چکے ہیں۔ آپ بہر حال اس سے اتفاق فرمائیں گے کہ انسان کے بنائے ہوئے کسی بھی نظام حکومت اور اللہ پاک کے عطا کردہ اور پسندیدہ دین اسلام میں کوئی مقابلہ قیامت تک ممکن نہیں۔ اب بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مغرب کی مسلسل نقالی کرتے اور اس کی طاقت (ظاہری) کے زیر اثر ہم اس قدر خوفزدہ ہو چکے ہیں کہ اپنے فرائض سے کوتاہی اور پہلوتہی کے لئے مصلحت کوشی کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ ہم صرف اسلام کا زبانی نام لیتے ہیں۔ اسے صرف شوپیس بنا رکھا ہے اور اس کے سنہری اور کامیاب اصولوں پر عمل کے لئے تیار نہیں۔

(ب) ہماری نجات صرف اور صرف موجودہ نظام کو مسترد کرتے ہوئے اسلام کے عملی احکام پر عمل کرنے کے لئے نیت' کوشش اور لائحہ عمل اختیار کرنے میں مضمر ہے۔ اسلامی فلاحی ریاست کا جو تصور آپ کے پیش نظر ہے مجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ موجودہ الیکشن والے نظام کے تحت اس کی تکمیل بھی ممکن نہیں۔ آپ کا تجربہ شاہد ہے کہ موجودہ نظام میں الیکشن لاکھوں صرف کر کے کروڑوں کمانے کا کاروبار ہے۔ اس نظام کو ہم اسلامی کیسے کہہ سکتے ہیں جس میں سود' جوا' گھڑ سواری پر شرطیں' شراب نوشی کے لئے پرمٹوں کا اجراء' امیر اور غریب کے لئے الگ الگ قوانین' کئی قسم کے نظام تعلیم' تھانوں اور عدالتوں میں انصاف کا بکنا' شادی جہیز کے نمائشی قوانین' گداگری کی لعنت اور رشوت ملاوٹ کا عام چلن' مہنگائی اور بے روزگاری میں ہر سال اضافہ ایسی چیزیں شامل ہیں۔

ہمارے آئین میں یہ بات شامل ہے (تبرکاً) کہ کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا لیکن یہ الفاظ شامل نہیں کہ تمام قوانین شریعت کے احکام کی روشنی میں بنائے جائیں گے۔ مثبت کی بجائے ہمارا یہ منفی طرزِ عمل ہمیں دنیا کے ہر معاملہ میں منافقت سکھاتا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ دین میں پورے پورے داخل ہو جاؤ' ہم کہتے ہیں کہ دنیاداری نہیں چھوڑیں گے۔

(ج) آمدم برسر مطلب! کیوں نہ مغربی جمہوریت سے جان چھڑا کر اسلام کی انقلابی راہِ عمل اختیار کرنے کے لئے جماعتی سطح پر ایسی منظم کوششیں کی جائیں کہ اسلامی نظریاتی کونسل جیسے ادارے کے ذریعے ملک کے سیاسی' اقتصادی اور معاشرتی حالات میں اصلاح کے لئے اسلام کی آفاقی تعلیمات سے استفادہ کر سکیں۔ پھر دنیا کو معلوم ہوگا کہ اسلام کی برکات کیا ہیں۔ اگر ہم موجودہ نظام کے تحت لاکھ کوشش کر لیں تو بھی کامیاب نہ ہوں گے اور اسمبلیوں کے ذریعے اسلام کے نفاذ کا خواب محض خواب رہے گا۔ آپ اپنے رفقاء کے ساتھ ٹھنڈے دل و دماغ سے مشورہ کے بعد عوام کے سامنے وہ خاکہ پیش کریں اور لائحہ عمل تجویز کریں جس کے ذریعہ موجودہ حکمران اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے مجبور ہو جائیں۔ دل سے موجودہ حالات کو برا سمجھتے ہوئے قلم کے ذریعہ اصلاح کا خواہاں ہوں کیونکہ ہاتھ (طاقت) سے اصلاح کی ہمت نہیں رکھتا۔

فقط

شیخ محمد نعیم قاسم

ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر

کوٹ اندرون قصور

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

سید قاسم محمود

سن ستاون کی جنگ آزادی کے ایک اور مجاہد مولانا رشید احمد گنگوہی ہیں جن کا نام مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ساتھ آتا ہے۔ وہ مشہور محدث مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی کے فرزند تھے۔ ان کی پیدائش 1829ء میں قصبہ گنگوہ (ضلع سہارن پور) میں شیخ المشائخ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی خانقاہ کے متصل مکان میں ہوئی۔ ان کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک اور دادی کی طرف سے گیارہویں پشت میں قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے مل جاتا ہے۔

ان کے والد مولانا ہدایت احمد ایک جید عالم تھے اور طریقت میں حضرت شاہ غلام علی مجددی نقشبندی دہلویؒ سے توسل و تعلق رکھتے تھے۔ 1837ء میں مولانا ہدایت احمد کا گورکھ پور میں انتقال ہو گیا۔ اس وقت رشید احمد کی عمر سات سال کی تھی۔ باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد ان کے دادا نے ان کی تربیت کی۔ ان کی والدہ ایک راسخ العقیدہ، دین دار اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ بچپن ہی سے رشید احمد میں نیکی اور عظمت کے آثار نمایاں تھے۔ وہ بہت خوش الحان تھے۔ انہوں نے فارسی کرنال میں اپنے منجھلے ماموں مولوی محمد تقی سے پڑھی جو فارسی کے مسلم الثبوت استاد تھے۔ فارسی کی تکمیل کے بعد عربی کا شوق ہوا۔ صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں محمد بخش رام پوری سے پڑھیں۔ ان ابتدائی کتابوں سے فراغت کے بعد انہی کی ترغیب سے علوم درسیہ کی تکمیل کے لئے سترہ سال کی عمر میں دہلی گئے اور وہاں مولوی قاضی احمد الدین جہلمی کی شاگردی اختیار کی۔ اس کے بعد مولانا مملوک علی نانوتوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، جو اس وقت دہلی کالج (اجمیری دروازہ، دہلی) کے مدرس اوّل تھے۔ ایک سال پہلے مولانا مملوک علی کے ہمراہ مولانا محمد قاسم نانوتوی بھی دہلی آ گئے تھے۔ احمد خان (سرسید) بھی دہلی کالج ہی میں مولانا مملوک علی کے شاگرد تھے۔ گویا یہ تینوں بڑی شخصیات ہم سبق ہو گئے اور آپس میں ایسا تعلق پیدا ہو گیا جب سرسید نے علی گڑھ سکول اور مولانا محمد قاسم اور مولانا رشید احمد نے دیوبند مکتب الگ الگ نظریات کے تحت قائم کیا، تب بھی محبت کا رشتہ قائم رہا۔ مولانا محمد قاسم اور مولانا محمد رشید میں تو ایسا تعلق پیدا ہوا کہ آخری وقت تک ہر جدوجہد میں رفیق رہے۔ دارالعلوم دیوبند کی تاسیس و انتظام میں بھی باہمی تعاون رہا۔ انہوں نے مفتی صدر الدین سے بھی اکتسابِ علم کیا اور حدیث شاہ عبدالغنی مجددی سے پڑھی۔ درسیات سے فارغ ہو کر انہوں نے قرآن مجید حفظ کیا۔

تحصیلِ علم کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہ سے تھانہ بھون آئے اور مولانا شیخ محمد تھانوی سے بیعت ہوئے۔ انہوں نے کچھ عرصہ وہیں رہ کر اپنے مرشد کی رہنمائی میں تمام منازلِ سلوک طے کیں اور چاروں سلسلوں کی اجازت و خلافت حاصل کی۔ غلام قادر گرامی نے ان کی شان میں یہ رباعی کہی ہے:

خاکِ گنگوہ را نوید ست رشید
گنجینۂ فقر را کلید ست رشید
امداداللہ مہاجرِ مکی را
اللہ اللہ عجیب مرید ست رشید

> مولانا رشید احمد کی زندگی سراپا سنت تھی۔ انہوں نے درسِ حدیث نبویؐ کیلئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا۔ ان کے درسِ حدیث سے تین سو سے زائد جید علماء فیض یاب ہوئے، جنہوں نے ملک اور بیرون ملک میں علم حدیث کی اشاعت کی۔

1857ء میں وہ تحریک آزادی میں حصہ لینے کے الزام میں گرفتار ہوئے اور چھ مہینے حوالات میں رکھنے کے بعد رہا کر دیئے گئے۔ انہوں نے تین مرتبہ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔ 1848ء سے 1896ء تک صرف چند سال چھوڑ کر تقریباً پچاس برس انہوں نے گنگوہ میں تفسیر، حدیث اور فقہ کا درس دیا اور بڑے بڑے ذی استعداد طلبہ نے ان سے سند حدیث حاصل کی۔

1895ء کے بعد ان کی بصارت جاتی رہی۔ پھر بھی وفات تک درس و تدریس کی بجائے اصلاحِ باطن اور تربیتِ مریدین میں مشغول رہے۔ مولانا رشید احمد کی زندگی سراپا سنت تھی۔ انہوں نے درسِ حدیث نبویؐ کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا۔ ان کے درسِ حدیث سے تین سو سے زائد جید علماء فیض یاب ہوئے، جنہوں نے ملک اور بیرون ملک میں علم حدیث کی اشاعت کی۔ ان میں بڑے بڑے علماء کے نام شامل ہیں۔ سلسلۂ طریقت کے خلفاء میں بھی سربرآوردہ علماء کے نام ملتے ہیں، مثلاً شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ (مدرس اوّل، دارالعلوم دیوبند)، شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ (مولف بذل المجہود شرح ابوداؤد) مولانا سید حسین احمد مدنیؒ وغیرہ۔

محمد قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی 1857ء میں قصبہ شاملی اور تھانہ بھون وغیرہ میں جہادِ حریت کے علم بردار رہے تھے اور حاجی امداداللہ مہاجر مکی کی سرپرستی میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں کر چکے تھے۔ برطانوی دور میں وہ خاص طور سے انگریزوں کا معتوب رہے، لیکن اللہ نے ہمیشہ گزند سے محفوظ رکھا۔

مولانا رشید احمد چاروں طریقوں میں بیعت کرتے تھے، لیکن عام تعلیم چشتیہ صابریہ طریقے کی تھی۔ 12 جمادی الاول 1323ھ بمطابق 1905ء کو وہ نوافل ادا کرنے کی غرض سے حجرے میں گئے، جہاں پاؤں کی دو انگلیوں کو ناخن سے ذرا نیچے کسی زہریلے کیڑے نے کاٹ لیا جس سے شدت کا بخار ہو گیا۔ ہر چند علاج کیا گیا، لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ چنانچہ 11 اگست 1905ء کو بعد از نماز جمعہ وفات پا گئے۔

"تذکرۃ الرشید" میں ان کی کم و بیش پندرہ تصانیف کا ذکر آیا ہے۔ جملہ "صحاح ستہ" پر آپ کی تقریریں ضبطِ تحریر کی گئی ہیں، جن میں سے ترمذی شریف پر الکوکب الدری دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ ایک اور تقریر اردو میں "الفتح الشذی" کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔ مکاتیب اور فتاویٰ کے مجموعے بھی ہیں (مولانا مرحوم و مغفور کے مفصل حالات جاننے کے لئے جناب عبدالرشید ارشد کی تالیف "بیس بڑے مسلمان" کا مطالعہ کافی ہے)۔

(جاری ہے)

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں ''ہے''

بنت مشتر جہاں قاضی

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تحریک اصلاح الرسوم سے مجھے شروع ہی سے دلچسپی رہی ہے۔ ہمارے ہاں کراچی میں یوں تو بعض برادریوں نے پہلے سے یہ کام شروع کر دیا تھا مثلاً میمن برادری جو کراچی کی بہت بڑی برادری ہے' ان کے ہاں نکاح مسجد میں ہوتے تھے۔ دہلی کی پنجابی سوداگر برادری بھی نکاح مسجد میں کرتی تھی اور لڑکی والوں کے ہاں کھانا نہیں ہوتا تھا' یہ اور بات ہے کہ کچھ عرصہ بعد ہی انہوں نے لڑکی والوں کے ہاں شادی سے پہلے یا بعد عقیقہ وغیرہ کی دعوت کے نام سے چور دروازے نکال لئے ___ ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے جب اصلاح الرسوم کی تحریک شروع کی تو ابتدا اپنے گھر اور قریبی اعزاء سے کی' رفتہ رفتہ یہ تحریک پورے ملک میں پھیلتی گئی ___ جہاں جہاں محترم ڈاکٹر صاحب کی تحریک رجوع الی القرآن پہنچی وہیں ساتھ ساتھ تحریک اصلاح الرسوم بھی جا پہنچی' لیکن یہ تحریک زیادہ تر شہروں اور بڑے قصبوں تک ہی محدود رہی۔ پاکستان کی اکثر آبادی دیہات میں رہتی ہے اور وہ برادری کی جکڑ بندیوں میں محبوس ہے۔ برادری کی رسوم سے ہٹ کر کوئی کام کرنا گویا برادری سے کٹ جانا ہے۔ برادری حقہ پانی بند کر دیتی ہے۔ سزا بھی دے ڈالتی ہے اور زندگی گزارنا بہت مشکل کر دیتی ہے ___ دیہات میں جب تک برادری ازم کا خاتمہ نہیں ہوتا یا برادری کے بڑوں کی اصلاح نہیں کی جاتی اس وقت تک وہاں تحریک اصلاح الرسوم کی کامیابی نہیں ہو سکتی۔

اس سلسلے میں دیہات سے ہوا کا ایک خوشگوار جھونکا آیا ہے۔ روزنامہ ''اسلام'' کراچی کی اشاعت 24 اپریل 2004ء میں ایک خبر شائع ہوئی ہے۔ لیجئے آپ بھی اسے پڑھیے۔ خبر کا عنوان ہے:

''شادی کے دن ہندوانہ رسوم کی وجہ سے
دلہن کا نکاح سے انکار''

''بارات بینڈ باجوں کے ساتھ ڈیرہ پہنچی' دولہا نے سر پر سہرا اور ہاتھ میں گانہ باندھ رکھا تھا لڑکی نے نکاح نامے پر دستخط نہیں کئے۔

''جنڈیالہ شیر خان (این۔این۔آئی) شادی کے روز سر پر سہرا سجانے' ہاتھ میں گانہ باندھنے اور بارات کے ہمراہ بینڈ باجے بجانے پر ایک نواحی گاؤں کی حافظہ قرآن اور عالمہ فاضلہ لڑکی نے ان رسوم کو ہندوانہ قرار دیتے ہوئے دولہا کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ تفصیلات کے مطابق جب لڑکے کی بارات بینڈ باجوں کے ساتھ ڈیرہ پر پہنچی تو دولہا نے سر پر سہرا سجایا اور ہاتھ میں گانہ باندھ رکھا تھا۔ بارات نے شامیانوں میں بیٹھ کر مشروبات پیے اور جب مولوی صاحب نکاح نامہ پر لڑکی سے اجازت اور دستخط کروانے کے لئے اس کے پاس گئے تو لڑکی نے مولوی صاحب سے کہا کہ میں ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئی ہوں۔ دولہا کی ہندوانہ رسموں اور غیر اسلامی فعل پر میں اس سے نکاح نہیں کروں گی کیونکہ دولہا نے شریعت کی پاسداری نہیں کی۔ ہمارے مذہب اسلام میں ایسی رسومات کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ کئی بزرگوں کے سمجھانے پر بھی قرآن کی حافظہ اپنے موقف پر قائم رہی کہ ایک دن خدا کے سامنے بھی جوابدہ ہونا ہے۔ چنانچہ دولہا اور بارات مایوسی کے عالم میں دلہن بیاہے بغیر واپس اپنے گاؤں روانہ ہو گئے۔''

تو قارئین یہ ہے ایک عظیم خبر ___ ! اے دختر اسلام! ہم اس جرأت مندانہ اقدام پر تمہیں سلام پیش کرتے ہیں۔

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

فرمان نبویؐ

آدمی کے دوست تین ہیں۔ ایک تو قبضِ روح تک ساتھ رہتا ہے۔ دوسرا قبر تک' تیسرا قیامت تک۔
قبضِ روح تک کا ساتھی تو مال ہے' قبر تک کے ساتھی اس کے گھر والے اور قیامت تک کے ساتھی اس کے اعمال۔

جدلی ارتقاء

___ عرشی بھوپالی ___

یہ راہی تمدن کا یہ ارتقا کا مسافر
کبھی جہل کی تیرگی میں
کبھی علم کی روشنی میں
بڑھا اپنی منزل کی جانب
کبھی قیصر کی تلوار بن کر
کبھی مردِ مومن کا کردار بن کر
زمین کو مسلسل سنوارا ہے اس نے
کبھی جنگ کی آرزو میں
کبھی امن کی جستجو میں
کبھی پیٹ کر ڈھول طبقات کا
کبھی جائزہ لے کے جذبات کا
تمدن کو پیہم نکھارا ہے اس نے
پہن کر کبھی بیڑیاں نسل اور قومیت کی
کبھی مشعلیں ہاتھ میں لے کے آفاقیت کی
ستاروں کو چھونے چلا ہے
مگر اس کا اخلاق ہر دور میں
بدلتا رہا کروٹیں
دکھاتا رہا حال کو
یہ ماضی کی گزری ہوئی ساعتیں
میسر نہ آیا اسے ارتقائے مسلسل
بدل کر نیا بھیس ابھرتا رہا
یہ ماضی کا نقش قدم حال پر ثبت کرتا رہا
اسی طرح تاریخ اپنے کو دہرا رہی ہے
یونہی حشر تک خود کو دہرائے گی
یہ کفر اور اسلام کی کشمکش
ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی
اسی سے تو تخریب و تعمیر کا
ہے دنیا میں ہنگامہ ہا اک بپا
اسی سے مرتب ہے تاریخ ماضی و حال
اسی سے زمانے میں جاری عروج و زوال
اسی سے ظہور تمدن ہوا
اسی سے بیاباں گلستاں بنے
اسی سے زمین رشک جنت بنی
اسی پر عناصر کا ہے انحصار
اسی پر نظام جہاں کا مدار
یہ قانونِ تکرار و تاریخ کی جان ہے
یہی تجربات مسلسل کی پہچان ہے

(انتخاب: قاضی عبدالقادر)

الحیاء

تحریر: جناب رحمت اللہ بٹر' ناظم دعوت' تنظیم اسلامی' پاکستان

﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ O قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ O قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِکُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ O﴾

(الاعراف: 31تا33)

''اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت زینت اختیار کیا کرو اور کھاؤ اور پیو لیکن حد سے آگے نہ بڑھو۔ بے شک وہ (اللہ تعالیٰ) حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ فرما دیجئے کس نے اس زینت کو حرام کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے اور پاکیزہ رزق۔ فرما دیجئے یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی (اصلاً تو) ایمان والوں کے لئے ہی پیدا کی گئی ہیں اور قیامت کے دن تو صرف ان کو ہی نصیب ہوں گی۔ اس طرح سے ہم کھول کھول کر اپنی آیات بیان کر رہے ہیں تا کہ لوگ اچھی طرح جان لیں۔ فرما دیجئے بے شک میرے رب نے تو بے حیائی کو حرام قرار دیا ہے خواہ وہ ظاہری ہو یا چھپی ہوئی اور گناہ کی چیزیں (ذمہ داری اور فرائض میں کوتاہی) اور بغیر کسی جواز کے سرکشی کرنا' اور یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں نازل کی اور یہ کہ اللہ کی طرف منسوب کرو کسی ایسی بات کو جس کا تمہیں علم نہیں کہ اس نے فرمائی ہے''۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر حضرت آدم وحوا کو سب سے پہلی جو سزا ملی وہ جنت کی پوشاک کا چھین لیا جانا تھا جس نے ان کی ستر پوشی کی ہوئی تھی اور یہ فطری جذبہ حیاء تھا جو ان میں پیدا ہوا کہ وہ فوراً درختوں کے پتے توڑ کر اپنے ستر ڈھانپنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ستر پوشی کے لئے لباس کے ذرائع عطا کئے تا کہ وہ بے حیائی سے بچ سکے' کیونکہ بے حیائی تو اللہ تعالیٰ کو کسی طور بھی پسند نہیں ہے خواہ وہ تخلیہ ہی میں ہو یا لوگوں کے سامنے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس لئے یہ تلقین فرمائی کہ:

''اللہ تعالیٰ سے حیاء کرو جیسے حیا کا حق ہے'' ہم نے عرض کی ہم اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم ایسے ہیں۔ آپ نے فرمایا ''بات اتنی نہیں ہے' بلکہ اللہ سے حیاء تو یہ ہے کہ انسان اپنے سر اور اس کے متعلقات میں حیاء کرے (یعنی آنکھوں کو نیچا رکھے' غیبت سے بچے' اور برے خیالات ذہن میں نہ آنے دے) اور وہ حفاظت کرے اپنے پیٹ اور اس کے متعلقات کی (یعنی شرم گاہ' حلال روزی اور چھپ کر قضائے حاجت کی) اور موت اور مصیبت کو آزمائش سمجھے اور جو کوئی آخرت کا طالب ہے وہ دنیا کی زینت چھوڑے اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دے۔ پس جو ایسا کرے وہ ہے جس نے اللہ سے حیاء کا حق ادا کیا''۔ (رواہ الترمذی)

یہ وہ حیاء ہے جو ایمان کا جزو لازم ہے اور حیاء نہ رہے تو ایمان باقی نہیں رہتا اور بے حیاء آدمی کو برائی سے روکنے والی کوئی چیز نہیں رہتی۔ اس لئے مشہور مقولہ ہے

''اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ'' جب تم میں حیاء ہی باقی نہیں رہی تو جو جی چاہے کرو' اب رکاوٹ کون سی ہے۔ قرآن مجید میں تین مقامات پر فرمایا گیا ہے کہ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاؤ گے تو چھوٹے گناہ اللہ تعالیٰ ویسے ہی معاف فرما دے گا اور دو مقامات پر بڑے گناہوں کے ذکر کے ساتھ فواحش کا علیحدہ ذکر کیا ہے تا کہ معلوم ہو کہ یہ بھی بڑا گناہ ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ﴾ (الشوریٰ: 37)

''اور وہ لوگ جو بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی سے''۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ﴾

(النجم: 32)

''وہ لوگ جو بچتے ہیں بڑے بڑے گناہوں سے اور بے حیائی سے مگر ہلکے ہلکے گناہ۔ بے شک تیرا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے''۔

اور آج تو اس بے حیائی کا نام ریفریشمنٹ اور تفریح ہے اور عام انسان اب اسے بے حیائی سمجھتا ہی نہیں' حالانکہ یہی ہے جو معاشرتی اقدار کو نیست و نابود کرنے کا اصل ذریعہ ہے۔ اس میں شامل ہے فحش گوئی جو حیاء کو ختم کر دیتی ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ((اِیَّاکُمْ وَالْفُحْشَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ (رواہ النسائی والحاکم عن بن عمرؓ)

اور فرمایا: ((لَا اَحَدَ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِکَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ)) (رواہ احمد والترمذی عن عبداللہ بن مسعودؓ)

''اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی غیرت والا نہیں ہے اور اسی لئے اس نے بے حیائی کو حرام کیا ہے چاہے ظاہر ہو یا چھپی ہوئی''۔ اور فرمایا ((اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّهٗ)) (رواہ مسلم) ''حیاء تو کل کی کل خیر ہی ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَکَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ فُحْشِهٖ)) (رواہ المسلم والبخاری) ''بے شک تمام لوگوں میں سے بدترین وہ شخص ہے جس سے لوگ قطع تعلق کر لیں اس کی بدزبانی کی وجہ سے''۔ اور فرمایا حضرت مقدام بن شریح کے دادا کے پوچھنے پر کہ جنت میں لے جانے والا عمل کونسا ہے؟

((اِنَّ مُوْجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ بَذْلُ السَّلَامِ وَحُسْنُ الْکَلَامِ)) ''بے شک مغفرت ملنے کے ذریعے سلام کو عام کرنا اور اچھا کلام کرنا ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے اسی لئے فرمایا کہ جو بندۂ مؤمن مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں اور وہ ہیں زبان اور شرمگاہ۔ اور ان کی حفاظت اصل میں حیاء ہی کی بدولت ممکن ہے۔

قرآن مجید میں ذکر ہے حارث بن نظر کا کہ وہ بدبخت قرآن کی تاثیر سے لوگوں کو بچانے کے لئے خصوصاً ایران سے فاحشہ عورتوں کو لایا تھا جو فحش گوئی سے لوگوں کو محظوظ کرتی تھیں تا کہ وہ سنجیدگی سے زندگی کے بارے میں نہ سوچیں اور قرآن کی طرف مائل نہ ہوں۔ سورۂ لقمان میں اس کا ذکر یوں آیا ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝﴾ (لقمٰن 7،6)

''اور لوگوں میں سے ایک وہ بھی ہے جو غفلت میں ڈالنے والی باتیں خریدتا ہے (فضول قصے کہانیاں' فلمیں اور ڈرامے اور خاکے) تا کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائے اور یہ بغیر کسی مقصد یا دلیل کے کر رہا ہے اور اسے مذاق سمجھتا ہے' (تفریح قرار دیتا ہے) یہ ہیں وہ لوگ جن کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔ اور جب اسے ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تکبر سے رخ پھیر کر چل پڑتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں' گویا کہ اس کے کانوں میں بوجھ ہے۔ پس اسے بشارت دے دیجئے دردناک عذاب کی''۔

یہی کام ہے جو آج کل ٹی وی' ریڈیو' دیگر ذرائع ابلاغ اور فلمیں اور خاکے کر رہے ہیں۔ یہ ایسی چیزیں نشر کرتے ہیں جو لوگوں کو اُن فضولیات میں مگن رکھتی ہیں اور وہ اللہ کی طرف آنے نہیں دیتیں اور یہ سب کچھ بغیر کسی مقصد کے کیا جا رہا ہے' یعنی صرف تفریح کی خاطر۔ اور جب ان کو اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے اور اس کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کی طرف ان کی توجہ بالکل نہیں ہوتی۔ اگر سن بھی لیں تو ایسی بددلی سے سنتے ہیں گویا قابل التفات نہیں ہیں۔ انسان جب ان بداخلاقی' فضول' بے مقصد' لچر' بدگوئی اور نفسانی خواہشات کو ابھارنے والی باتوں کا عادی ہو جاتا ہے تو بامقصد اور سنجیدہ کلام کی طرف اس کی توجہ ہو ہی نہیں پاتی۔ یہی وجہ ہے کہ پورا معاشرہ زندگی کے حقائق کی طرف توجہ کرنے کو تیار نہیں ہے اور اپنے وقت کو زیادہ سے زیادہ ان فضولیات میں گزار رہا ہے' جس کے نتیجے میں بے حیائی' فحش گوئی ایک خوبی بن گئی ہے اور حیاء اور حسن کلام کو ایک عیب سمجھا جا رہا ہے۔ یہی ہے حقیقت جسے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((اَلْحَيَاءُ وَالْاِيْمَانُ قُرَنَاءُ جَمِيْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُهُمَا رُفِعَ الْآخَرُ)) (رواہ البیہقی)

''حیاء اور ایمان دو ہم نشیں ہیں' ان میں سے ایک اٹھ جائے تو دوسرا بھی اٹھ جاتا ہے۔'' گویا بے حیائی ایمان کو ختم کر دیتی ہے اور پھر انسان صرف حیوانی سطح پر زندگی گزارتا ہے اور دنیاوی زندگی کو ہی اصل زندگی سمجھ کر بھرپور لطف اندوز ہوتا ہے اور آخرت و حساب و کتاب کے بارے میں سوچ ختم ہو جاتی ہے۔ ۞

پریس ریلیز — PRESS RELEASE

انسان کی فلاح کا راستہ

اللہ کی بجائے مادی اسباب و وسائل پر بھروسہ اس دور کا سب سے بڑا شرک ہے۔ آج لوگ بت بنا کر نہیں پوجتے، بلکہ وہ ان اسباب و علل میں الجھ کر مسبب الاسباب سے دور ہو جاتے ہیں۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ اس دنیا میں سلسلہ اسباب و علل انسان کے اسی امتحان کے لئے ہے کہ وہ ان پر بھروسہ کرتا ہے یا فاعل حقیقی پر ایمان لاتا ہے۔ موجودہ دور میں بے خدا سائنس نے اسباب و علل پر بے پناہ کنٹرول حاصل کر لیا ہے جس کے باعث مادے کی چکا چوند نے انسان کی نظریں خیرہ کر دی ہیں۔ چنانچہ آج ہماری نگاہیں اسی دنیا اور اس کی چیزوں میں الجھ کر رہ جاتی ہیں۔ اپنی اسی خاصیت کی وجہ سے یہ دجالی دور بن گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ آج دنیا کے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور آخرت ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی ہے۔ گویا اس بے خدا سائنسی ترقی کے باعث آج کے انسان کی آزمائش میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ انسان کی دنیوی و اُخروی فلاح کا راستہ یہ ہے کہ اللہ کو کل اختیار کا مالک مانا جائے اور صرف اسی پر بھروسہ کیا جائے۔ بصورت دیگر وہ غیر اللہ سے وابستہ ہو کر اپنی اعلیٰ انسانی صفات سے محروم ہو جائے گا۔

ھنڈرڈ پرسنٹ پرفیکٹ

ٹم مکوے نے جب 19 اپریل 1995 کو اوکلاھوما سٹی بلڈنگ کے پرخچے اڑائے تھے تو امریکی میڈیا نے پہلا شک مسلمانوں پر ظاہر کر کے ان کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا تھا اور یہ سلسلہ پورے 48 گھنٹے چلتا رہا تھا۔ 48 گھنٹے بعد اس کو ایک حادثہ قرار دے دیا گیا اور مسلمانوں کے لئے اپنی نفرت کا اظہار کرتے میڈیا نے انتہائی خوبصورتی اور چابکدستی کے ساتھ اپنا رخ ٹم مکوے کی طرف موڑ کر یہ راگ الاپنا شروع کر دیا کہ ایک ایسا شخص اس حادثے کا ذمے دار ہے جس پر جذبات حملہ آور ہو گئے اور وہ اس کے نتیجے میں یہ قدم اٹھا بیٹھا۔ اس نے 169 معصوم لوگ محض اس لئے قتل کر دیئے کہ وہ بزدل تھا اور اس نے حکومتی پالیسیوں کے خلاف اپنے غم و غصے کا اظہار اس بزدلانہ حرکت سے کیا۔ جس طرح ٹم مکوے پرفیکٹ نہیں تھا اسی طرح امریکن گورنمنٹ بھی پرفیکٹ نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کو انسان چلاتے ہیں اور انسان ھنڈریڈ پرسینٹ پرفیکٹ نہیں بلکہ خطا کا پتلا ہوا کرتا ہے۔ آج بھی جب اس سانحے کا ذکر ہوتا ہے تو میڈیا یہ کہہ کر چشم پوشی اختیار کر لیتا ہے کہ بے شک ہماری حکومت پرفیکٹ نہیں لیکن پھر بھی ہمارا ملک بہت اچھا ہے ذرا امریکن عوام تصور کریں کہ ان کو اگر طالبان یا فیڈرل کاسترو جیسی حکومتوں کے زیر سرپرستی رہنا پڑتا تو ان کی زندگی کیسی ہوتی؟ صدام حسین کی جیل ابوغریب کے قیدیوں کے ساتھ امریکن آرمی کی بزدلانہ جارحیت کے فوٹو لیک ہو جانے سے امریکن گورنمنٹ کو کوئی سرپرائز نہیں ملا کہ 25 سال سے کم عمر یہ فوجی "انسان" ہیں لہٰذا کیا ہوا اگر ان سے ''غلطی'' ہو گئی۔ ہالی ووڈ کی موویز اور امریکن میڈیا نے ان کے ذہنوں میں اسلام اور مسلمانوں کا جو منفی امیج بنایا ہے یہ اسی کا ثمرہ ہے۔ عراق میں کوئی تباہ کن ہتھیار نہیں مل سکے' تمام امریکی دعوے جھوٹے ثابت ہو گئے' 1991ء کی پہلی عراقی جنگ کو Desert Storm کا نام دینے والے In- perfect امریکہ کے نامی گرامی جرنلزم نے موجودہ عراقی جنگ کو Perfect Storm کا نام دیا لیکن چونکہ امریکی حکومت اپنی اقدار اور قوانین دونوں میں ٹارچر کی عادی ہے لہٰذا اگر عراقی قیدیوں کے ساتھ ٹارچر کیا گیا تو کونسی قیامت ٹوٹ پڑی کہ یہ امریکن آرمی بھی امریکی حکومت کی طرح انسانوں پر مشتمل ہے' یہ بھلا کیسے پرفیکٹ ہو سکتے ہیں۔ یہ امریکہ ہے' انسانوں کا ملک چاہے اس ملک کی حیثیت ان فوٹوز کی دیدہ دلیری کے ساتھ نمائش کے بعد اسلامی دنیا میں زیرو ہی کیوں نہ ہو چکی ہو اس سے امریکہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ

The U.S Government is not 100 percent perfect and it never will be - because it's run by HUMANS who are fallible!

اراکانِ اسمبلی کے نام

محمد سمیع

ویسے تو کسی بھی ملک کی پارلیمنٹ کا رکن ہونا ہی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے کیونکہ ممبران پارلیمنٹ کے ہاتھوں میں قوموں کی تقدیر ہوتی ہے مگر کوئی مملکت خداداد پاکستان کی پارلیمنٹ کا رکن ہو تو اس کی ذمہ داری کئی گنا بڑھ جاتی ہے کیونکہ جس طرح علامہ اقبال نے ملت اسلامیہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولؐ ہاشمی

اسی طرح مملکت خداداد پاکستان کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ عالم اسلام کی واحد ریاست ہے جس کا قیام ہی اسلام کے نام ممکن ہوا تھا ورنہ ممکن نہ تھا کہ محض ہندو کی بالادستی کے خوف کی بنیاد پر مسلمانانِ برصغیر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع ہو جاتے۔

محترم من! آپ کو خوب علم ہے کہ جس مقصد کے لئے ہم نے پاکستان بنایا تھا اس کے حصول کا خواب ہنوز شرمندہ تعبیر ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ قوم نے اس جانب کوئی پیشرفت نہیں کی۔ ہم نے اس دوران اپنی منزل کے کئی سنگ ہائے میل طے کئے اس کا آغاز پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی میں قراردادِ مقاصد کی منظوری سے ہوا۔ 22 نکات پر مشتمل اسلامی دستور سازی کے لئے 41 علماء نے متفقہ خاکہ پیش کر کے یہ ثابت کیا کہ مذہب و مسلک کا اختلاف نفاذ نظام اسلام کی راہ میں ہرگز کوئی رکاوٹ نہیں۔ سپریم کورٹ کی اپیلیٹ بینچ نے اپنے ایک فیصلہ کے ذریعے بنکنگ کی تمام قسموں کو سود قرار دے کر حکومت کو متوازی قانون سازی کا حکم دیا۔ ملک کے عوام نے قادیانیوں کے خلاف 1953ء اور 1947ء کے ایجی ٹیشن' 1977ء میں نظام مصطفیٰ ﷺ کی تحریک اور 2002ء کے الیکشن میں مجلسِ عمل کو بھاری اکثریت سے ووٹ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ان کی دلی خواہش اور وہ اس کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن افسوس کہ جمہوری عمل میں بار بار مداخلت اور سیکولر خیالات کے حامل حکمرانوں نے ہمیشہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی کی راہ میں روڑے اٹکائے۔ قراردادِ مقاصد کو اول تو دستور کے دیباچے کی حیثیت دی گئی اور جب اس دستور کا حصہ بنایا گیا تو ہماری عدلیہ نے اپنے دستور کی دیگر شقوں کے برابر حیثیت دے کر غیر موثر بنا دیا۔ سود کے بارے میں سپریم کورٹ کے فیصلے کو بھی ایک سازش کے ذریعہ غیر موثر بنا دیا گیا۔

اس بات سے قطع نظر کہ وہ کون سے عوامل ہیں جن کی بناء پر فوج کو بار بار مملکت کی سیاست میں ملوث ہونا پڑا' یہ حقیقت ہے کہ فوجی حکومتوں کے ادوار میں ملک کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ ایوب خان کے دور میں ملک کے مشرقی بازو میں احساس محرومی اپنی انتہا کو پہنچا جس کے نتیجے میں یحییٰ خان کے دور میں دنیا کی سب سے بڑی مسلم مملکت دولخت ہوئی۔ ضیاء الحق کے دور میں سیاچین ہاتھ سے نکلا۔ لیکن موجودہ دور حکومت میں مملکت کو جن عظیم نقصانات کا سامنا ہوا ہے۔ اس سے وطن کا ہر دردمند شہری واقف ہے' ویسے تو ہم قیام پاکستان کے بعد ہی سے امریکہ کے گھڑے کی مچھلی بنے ہوئے تھے لیکن اب تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم اس کی کالونی بن کر رہ گئے ہوں۔ امریکی عہدیداروں کے جس طرح کے بیانات جاری ہوتے ہیں اور امریکی میڈیا سے جس طرح کی کہانیاں گاہے گاہے شائع ہوتی ہیں اس سے تو یہی لگتا ہے' ہم نے افغانستان کی طالبان حکومت کے خاتمے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اس وقت قوم کو یہ کہہ کر تسلی دی گئی کہ اس کے نتیجے میں ہماری معیشت مضبوط ہو جائے گی۔ کشمیر کا مسئلہ حل ہو گا' ایٹمی اثاثوں کی حفاظت ہو گی اور ملک کا وقار بڑھے گا' لیکن اب تک کی صورتحال یہ ہے کہ بقول وزیر خزانہ صاحب کے ملکی خزانے میں بارہ ملین ڈالر کا ذخیرہ ہو گیا ہے لیکن اسٹیٹ بینک کی حالیہ رپورٹ کے مطابق مہنگائی' بے روزگاری عروج پر ہے۔ غریب پس کر رہ گیا ہے۔ بے روزگاری کی شرح 6.3 سے بڑھ کر 7.8 تک پہنچ گئی ہے۔ غیر ملکی قرضوں میں 80 کروڑ ڈالر کا اضافہ ہو گیا ہے۔ آبادی کے ایک تہائی لوگ غربت کی لپیٹ میں آ گئے ہیں۔ کشمیر کو ہم کور ایشو کہتے تھے اور مسئلہ کشمیر سے پہلے ہم کسی مسئلہ پر مذاکرات کے لئے آمادہ نہ تھے' اب اس مسئلہ کو ایک طرف رکھ کر بھارت کی طرف والہانہ انداز میں بڑھ رہے ہیں۔ مسئلہ کشمیر کو ہم جنگ آزادی قرار دیتے تھے لیکن اب ہم نے اپنے حصے کے کشمیریوں کا بھارت میں داخلہ بند کروا دیا ہے اور کنٹرول لائن پر رضاکارانہ فائر بندی کر کے ہم نے بھارت کو یہ موقع فراہم کیا ہے کہ وہ باڑھ لگا لے تاکہ پاکستانی کشمیری کے داخلہ کا بند ہونا یقینی ہو جائے۔ ایٹمی اثاثوں کے پھیلاؤ کے جرم کو تسلیم کر کے ہم نے اپنے ایٹمی اثاثوں کو غیر محفوظ کر دیا ہے جس دن امریکہ نے حسب روایت ہم سے آنکھیں پھیریں' اس دن دنیا کو اس بات پر مطمئن کرنے کے لئے پاکستان کا ایٹمی پلانٹ ختم کر دیا جانا چاہئے' وہ ایٹمی اثاثوں کے پھیلاؤ کے جرم کی فائل پیش کر دے گا۔ ملکی وقار کا حال یہ ہے کہ صدر صاحب کی ٹیم کے افراد کے جوتے امریکی ایئر پورٹوں پر اتارے جا چکے ہیں اور مغربی دنیا میں پاکستانیوں کو عظیم ابتلاء کا سامنا ہے ہم نے افغان بھائیوں کو مروانے میں کردار ادا کیا اب وانا میں اپنے ان بھائیوں کو مارا جا رہا ہے جن کو ہمارا مربی کل تک مجاہد کہتا تھا چونکہ امریکہ کی نظر میں اب وہ دہشت گرد ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ہماری آنکھوں پر چڑھی ہوئی امریکی عینک ان کو ہمیں بھی دہشت گرد بنا کر دکھا رہی ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کا موٹو رکھنے والی فوج ان مجاہدین کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ رہی ہے۔ حیرت اس بات کی ہے کہ ایک طرف چند افراد ہیں اور دوسری جانب ایک تربیت یافتہ فوج لیکن اس کے باوجود جانی نقصان کا تناسب 63:46 کا ہے۔

محترم ارکان پارلیمنٹ! اس طویل سمع خراشی کے لئے معذرت خواہ ہوں لیکن اس کی ضرورت اس لئے پیش آ گئی ہے کہ آپ کو یہ احساس دلایا جائے کہ آپ اس مملکت کی پارلیمنٹ کے رکن ہیں جو کبھی اسلام کا قلعہ کہلاتا تھا۔ اب تو یہ اصطلاح سننے میں بھی نہیں آتی۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ عالم اسلام کی واحد ایٹمی قوت امت مسلمہ کے مفادات کے تحفظ کا فریضہ انجام دیتی لیکن افسوس کہ ہمارے حکمرانوں نے اس کا کردار اس کے برعکس کر دیا ہے۔ آج ہمارا وطن سیاسی عدم استحکام' معاشی زبوں حالی' امن و امان کی خراب صورتحال اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے اس شدید ترین عذاب میں مبتلا ہے جس کا تذکرہ سورۃ الانعام میں اسطرح آیا ہے کہ "وہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ تمہیں گروہوں میں تقسیم کر دے اور ایک کو دوسرے کی طاقت کا مزا چکھا دے۔" ہماری قوم اس وقت شدید علاقائی' لسانی اور مذہبی تفریق میں مبتلا ہے اور ہر گروہ دوسرے گروہ کے

خلاف برسرپیکار ہے۔ اگر آپ غور کریں تو اس صورتحال کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے وطن عزیز میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو نافذ نہیں کیا۔ لوگوں کو زندگی کے کسی شعبے میں انصاف مہیا نہیں ہوا' کیونکہ انسان کا بنایا ہوا کوئی قانون عدل کا ضامن نہیں ہوسکتا۔ ایسے میں آپ اپنا فریضہ انجام نہیں دیں گے' پارلیمنٹ کے ذریعہ ہر سطح پر قرآن وسنت کی بالادستی کو یقینی نہیں بنائیں گے۔ کیا آپ خاموش رہ کر یہ ثابت کریں گے کہ مملکت کے ایوان بالا کی بالادستی ختم ہوچکی ہے؟ شاید آپ کی یہ خاموشی اس دنیا میں آپ کے رتبے میں اضافہ کا باعث بن جائے۔ لیکن الحمدللہ ہم سب مسلمان ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ قرآن نے یوم حشر کو ہی اصل ہار جیت کا دن قرار دیا ہے ہماری پارلیمنٹ کے جو ارکان غیر مسلم اقلیت سے تعلق رکھتے ہیں انہیں بھی یہ سمجھنا چاہئے کہ ایک مضبوط مسلم مملکت خود ان کے اپنے مفاد میں ہے کیونکہ ان کی اپنی مضبوطی بھی اس مملکت کی مضبوطی میں ہے انہیں بھی یہ ثابت کرنا چاہئے کہ ہماری مملکت ایک آزاد مسلم مملکت ہے جو کسی بیرونی طاقت کے زیر اثر نہیں رہ سکتی۔ بھلے ہمارے حکمران بیرونی قوتوں کی کاسہ لیسی میں جو کچھ بھی کرلیں عوام کے نمائندے کبھی ان کے آلۂ کار بن کر نہیں رہ سکتے۔ یاد رکھیں کہ اگر آپ اس مملکت کی آزاد حیثیت برقرار رکھنے میں بھرپور کردار ادا کیا تو نہ صرف عوام میں سرخروئی حاصل کریں گے بلکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رضا کے بھی امیدوار ہوں گے اور ہر مومن کی زندگی کا نصب العین اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔ آگے بڑھئے اور ملک کو امریکہ کے چنگل سے نجات دلانے میں اپنا کردار ادا کیجئے۔

عربی زبان

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید عربی زبان میں نازل فرمایا۔ اس لئے کہ اس کے محبوبؐ کی زبان عربی تھی۔ ہم حبِ رسولؐ کا بڑا چرچا کرتے ہیں۔ لیکن اپنے محبوبؐ کی زبان نہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا یہی اتباعِ رسولؐ ہے؟ کیا حبِ رسولؐ اسی کو کہتے ہیں؟

عربی زبان سیکھنا نہ صرف ہمارا دینی فریضہ ہے بلکہ اتباعِ رسولؐ اور حبِ رسولؐ تقاضا بھی ہے کہ ہم عربی زبان سیکھیں۔

(الداعی الی الخیر: سید افتخار احمد)

LET US LEAD OUR NON-MUSLIM BROTHERS TO

THE TRUTH

A minority ruling elite has inflicted pain and suffering throughout the world, but the majority of people in the western society are against this torment and are

... in search of the truth

To escort these people to the truth is an immense service to mankind.

Abid Ullah Jan

by writing a book

"THE END OF DEMOCRACY"

has made our way easy. So let's read this book ourselves and also make it available to the people in America, Europe and all over the world who are seeking the truth.

Original Price:$15/- (US) (Rs.870/-)

***Discounted Price:* Rs.500/- ONLY**

Available at:

Quran Academy, Khayaban-e-Rahat, Phase-VI, D.H.A., Karachi. ☎ 5340022-3

Quran Academy,36-K, Model Town, Lahore. ☎ 5869501-03

قارئین توجہ فرمائیں

بعض کرم فرماؤں کو ماہنامہ میثاق' حکمت قرآن اور ہفت روزہ ندائے خلافت کا اجراء یا تجدید بذریعہ وی پی پی کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں بعض اوقات ہمارے معزز قارئین خود ہی وی پی پی ارسال کرنے کی فرمائش کرتے اور بعض اوقات ان کے احباب میں سے کسی کی سفارش پر ایسا کیا جاتا ہے۔ قارئین کرام نوٹ فرمالیں کہ جب تک ادارے کو وی پی پی کی رقم موصول نہیں ہوجاتی اس وقت تک پرچے کا باقاعدہ اجراء عمل میں نہیں آتا۔ اس سلسلے میں بعض اوقات چار سے چھ ہفتے بھی لگ سکتے ہیں۔ اگر قارئین کی جانب سے وی پی پی چھڑا لینے کی اطلاع ہمیں موصول ہوجائے تو (رقم موصول ہونے سے پہلے بھی) پرچے کا اجراء عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ (مدیر مکتبہ انجمن خدام القرآن' لاہور)

نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

انیسہ عبدالخالق

آج ہم جہاد وقتال کے بارے میں معذرت خواہانہ انداز اختیار کرتے ہیں اور ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں کہ اسلام مصلحت پسند اور صلح جو "مذہب" قرار پائے حالانکہ

ع اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

دینِ اسلام تو قربانیاں ہی قربانیاں مانگتا ہے خواہ وہ انفرادی سطح پر ہوں یا قوموں کی اجتماعی سطح پر ایسا وقت آن پڑے اور مقصد اس کا صرف یہ ہے کہ دنیا' اس کے مشمولات' اس کی رنگینیاں اور اس کے عجائب کہیں ہماری نظروں میں وقعت و اہمیت نہ پا جائیں۔ کہیں یہ ہمارے عظیم ترین مقصد تخلیق کی راہ میں آڑے نہ آنے لگیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ کی راہ میں اپنا مال و متاع دنیوی لٹا دینے میں ہچکچاہٹ محسوس کرنے لگیں۔ جو لوگ (خصوصاً مسلمان) یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام دہشت گردی سکھاتا ہے اور قرآن جہاد و قتال کا درس دیتا ہے وہ اس عظیم فلسفہ کو کیا سمجھیں.....؟ وہ کیا جانیں کہ جب حیاتِ جاوداں سامنے ہو' جب موت کے آئینے میں رخِ دوست دکھائی دے رہا ہو تو جان دینا کیا مشکل ہوگا؟ الٹا زندگی دشوار ہو جاتی ہے!! اللہ کے لئے جان و مال قربان کر دینے کی لذت کو آج کے مغربی تہذیب کے دلدادہ مسلمان کیا جانیں۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی!!

اسلام کا فلسفۂ شہادت اور جہاد و قتال آج اگر اسے دنیا کی نظر میں دہشت گرد دین بناتا اور اس کے ماننے والوں کو دہشت گرد بھی ٹھہراتا ہے تو صرف اس لئے کہ ان کی نگاہیں محض عالمِ محسوسات پر مرکوز ہیں۔ لیکن جو اس دنیا کو پھلانگ کر اور دل و جود چیر کر اپنی نگاہِ تیز سے ان حقائق کو دیکھتا ہے تو اسے بس وہ سودا یاد رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

"اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں جنت کے بدلے۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پس وہ قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔ یہ سچا وعدہ ہے اللہ کے ذمے تورات' انجیل اور قرآن میں اور جو کوئی اللہ کے ساتھ اپنے وعدے کو نبھائے تو خوشخبریاں مناؤ اس سودے کی جو تم نے کیا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔" (سورۃ توبہ: 111)

سو یہ سارا کھیل ترجیحات کا ہے..... دنیا کی مثال لیجئے! اگر آپ ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں تو کیا انجینئرنگ کو ترجیح دینے والا شخص اور آپ ایک ہی طرح کے مراحل سے گزریں گے؟ ہرگز نہیں دونوں کی ترجیحات میں فرق ہے' ان کے تقاضے اور نتائج میں فرق ہے۔ تو کیا ایسا ممکن ہے کہ جو شخص شامِ زندگی کے بعد طلوع ہونے والی صبحِ دوام کا طالب ہو' اسی ڈگر پر چلتا رہے جس کو عالمِ محسوسات پر قانع انسان اختیار کئے ہوئے ہے؟ جو شخص اللہ کے ساتھ کئے گئے سودے کا خواہش مند ہے اس عہد کو نبھا رہا ہے۔ اور جان کے بدلے جنت' رضائے الٰہی اور فوزِ عظیم کا طالب ہے۔ کیا وہ بھی ایک عام انسان کی طرح اللہ کے لئے اپنی جان دینے سے گریز کرے گا۔ ہرگز نہیں.....

پس معلوم ہوا کہ ہماری ترجیحات بدل گئی ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ دین غلبہ چاہتا ہے اور غلبہ و نفاذ بغیر جان و مال کی قربانی کے ممکن نہیں۔

ہماری ترجیحات اس لئے بدلیں کہ ہمارا قافلۂ ملی اپنا مال و متاع کھو بیٹھا۔ وہ متاع قرآن حکیم ہے جب ہم نے اس سے منہ موڑا تو اب جرات اور ہمت کہاں سے آئے کہ اس کے لئے یقین و ثبات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا منبع قرآن ہے..... جسے ہم بھلا چکے۔ اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ متاعِ کارواں لٹنے کا احساس بھی باقی نہیں رہا کیونکہ احساسِ زیاں کے لئے پاسِ نعمت کا ہونا ضروری ہے۔ پاسِ نعمت ہوتا تو نعمت کو چھوڑتے ہی کیوں؟

یہ دنیا کی محبت اور اللہ سے روگردانی' لمبی عمر پانے کی خواہش اور موت سے خوف ہی ہے جس نے ہماری زندگیوں سے روح کو نکال پھینکا ہے۔ یہی ابلیس کا مقصد ہے۔ جب کوشش و جدوجہد کا جذبہ نہ ہو' میدانِ جنگ سے فرار اور صعوبتوں سے گریز ہو' دلِ مسلم' عالمِ کردار سے بیگانہ ہو تو تاریخ شاہد ہے کہ بساطِ زندگی پر مسلمان قوم کے تمام مہرے مات ہوئے ہیں۔ موت سے نفرت اور کراہت' دل و نگاہ کا مسلمان نہ ہونا' لا الہ الا اللہ کا لغت غریب ہو جانا' انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر مسلمان کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔ کانھم خشب مسندہ اور

یہ سب کیا ہے فقط اک نقطۂ "نفاق" کی تفسیریں!

نفاق کا جڑ پکڑ جانا امت مسلمہ کے لئے عذاب الٰہی کی ایک کڑی ہی ہے۔

اگر ہم اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہی خطوط پر واپس پلٹنا ہوگا جن پر چل کر یہاں تک آئے تھے۔ اس مرض کا علاج اس آبِ نشاط انگیز میں ہے جو متاعِ کارواں قرار پائی ہے۔ یعنی قرآن۔ قرآن امت مسلمہ کے بدن میں روح کی مانند ہے۔ روح نکل جائے تو امت کے اجزاء بے شمار چھوٹے چھوٹے گروہوں کی صورت میں صفحۂ ارضی پر بکھرے نظر آئیں گے۔ لہٰذا امت مسلمہ کا ایک ایک عضو اور ہر ہر پورا اکٹھی کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں روح پھونکی جائے۔ اس کو وہ شراب کہن پلائی جائے جس کے نشے میں سرشار انسان دنیا سے بیگانہ ہو کر کہیں اور ہی نظریں جمائے رکھتا ہے۔ اندر باہر کی دنیا بدل کر رہ جاتی ہے اور جسم و جان کا پور پور ایک ہی مرکز کے گرد گھومنے لگتا ہے۔

چون بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود!!

"یہ (کتاب حکیم) جب کسی کے پاس سے سرایت کر جاتی ہے تو اس کے اندر ایک انقلاب برپا ہو جاتا ہے اور جب کسی کے اندر کی دنیا بدل جاتی ہے تو اس کے لئے پوری دنیا ہی انقلاب کی زد میں آ جاتی ہے۔ اور

اے چو شبنم برز میں افتندہ
در بغل داری کتاب زندۂ

اے وہ قوم کہ جو شبنم کی مانند زمین پر بکھری ہوئی ہے (اور پاؤں تلے روندی جا رہی ہے) اٹھ کہ تیری بغل میں کتاب زندہ موجود ہے! (جس کے ذریعے تو دوبارہ بامِ عروج پر پہنچ سکتی ہے!)

بندہ مومن ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار لے کر ہی دشمن کو للکار سکتا ہے۔ محض تلوار ناکافی ہے جب تک لا الہ الا اللہ کی "فساں" کام نہ دکھائے۔ عزم پختہ ہو' خلوص زندہ ہو' مقصد بلند ہو اور نصب العین رضائے الٰہی ہو تو تقدیر بدلنا مشکل نہیں۔

نشاں ہی ہیں زمانے میں زندہ قوموں کے
کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں!!

اطاعتِ رسول ﷺ

قرآن و سنت کی روشنی میں

محمد طیب سنگھانوی

اسلامی نقطۂ نظر سے لائقِ بندگی صرف اور صرف رب العزت ہی کی ذات ہے۔ وہی خالق ہے' وہی مالک' وہی حاکم' حکم اسی کا ہے' اس کا حکم سب پر غالب ہے اور اس کے حکم پر کسی کا حکم غالب نہیں آ سکتا' وہ (اللہ) جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ بہ حیثیت مسلمان ہمارا مقصدِ حیات بھی یہی ہے کہ ہم اپنے خالق و مالک کو پہچانیں اور اس پاک پروردگار کی بندگی بجالائیں۔

اسلامی نقطۂ نظر سے حکم صادق کرنے اور قانون بنانے کا حق صرف اللہ رب العزت ہی کو حاصل ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کا ارشاد ہے:

''حکم صرف اللہ کا ہے۔'' (سورۃ الانعام: 57)

آیاتِ مبارکہ کی رُو سے معلوم ہوا کہ بندوں پر اللہ عزوجل کی بندگی لازم ہے۔ ہمیں بطور خاص بندگی کے لئے ہی پیدا فرمایا گیا ہے' لیکن اس حقیقت کو ذہن نشین کر لینا بھی ضروری ہے کہ اللہ رب العزت کی بندگی کا تصور رسول ﷺ کی اطاعت کے بغیر قطعی ممکن نہیں ہوسکتا۔ نبیؐ کی اطاعت اس لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ اللہ کریم کے احکام کو اس کے بندوں تک پہنچاتا ہے اور اس پر عمل کر کے دکھاتا ہے۔ اس ضمن میں قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل دو آیات بھی ملاحظہ کیجئے:

''پس کیا ہے رسولوں کے ذمے صرف یہ کہ پہنچا دینا ہے واضح طور پر''۔ (سورۃ النحل)

''وہ (ہمارا بھیجا ہوا رسول) اپنی مرضی سے نہیں بولتا۔ وہ تو صرف وحی ہے جو کی جاتی ہے۔'' (سورۃ النجم)

ان آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپ کا ہر قول و فعل حکم خداوندی پر مبنی ہوتا تھا۔ قرآنِ پاک میں نبی کریم ﷺ کی اطاعت کو اور آپؐ کی سنت کی پیروی کو اللہ عزو جل کی فرمانبرداری قرار دیا گیا ہے۔

حدیث کو وہی اہمیت حاصل ہے جو نبی پاک ﷺ کی اطاعت کو۔ اسلامی عقائد میں ایمان باللہ کے بعد ایمان بالرسول کا درجہ ہے۔

قرآن حکیم نے واضح الفاظ میں اس حقیقت پر روشنی ڈالی ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے ارشاداتِ ربانی ملاحظہ فرمائیں:

''جس نے رسول اللہ ﷺ کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔''

''تو اے محبوب ﷺ! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ' وہ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔''

اور جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے' اس نے بڑی کامیابی پائی۔

فرما دیجئے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ (آل عمران: 31)

''بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے۔'' (الاحزاب)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور (ان کی مخالفت کرکے) اپنے اعمال برباد نہ کرو''۔ (سورۃ محمد)

اطاعتِ نبویؐ کی اہمیت کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ بھی ملاحظہ کیجئے:

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی جان ہے' اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے سامنے تشریف لے آئیں اور تم ان کی پیروی کرکے مجھے چھوڑ دیتے تو تم سیدھے راستے سے بھٹک جاتے۔ (سنن دارمی)

ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: ''میری ساری امت جنت میں جائے گی مگر وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس نے انکار کیا۔'' صحابہ کرامؓ نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ کون انکار کرے گا؟ فرمایا: جس شخص نے میری اطاعت کی' وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے نافرمانی کی اس نے گویا جنت میں جانے سے انکار کیا (زبدۃ البخاری)

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے جب حضور اکرم ﷺ عمرؓ بن الخطاب کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے آپؐ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپؐ مجھ کو سوائے میری جان کے تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ ''نہیں اے عمرؓ! جب تک میں تیری جان سے زیادہ تجھ کو محبوب نہ ہوں گا' اس وقت تک تیری محبت کامل نہ ہوگی۔'' حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا اب میری محبت ایسی ہی ہے۔ قسم ہے خدا کی اب مجھ کو آپؐ سے اپنی جان سے زیادہ محبت ہے۔

ان مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ اور احادیث شریف کے مطالعے سے صراحتاً معلوم ہوا کہ جس طرح سے اللہ رب العزت کی بندگی ہم پر لازم ہے' اسی طرح اس کے پیارے محبوب ﷺ کی فرمانبرداری بھی اتنی ہی ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی سے منہ موڑنے والا جتنا بڑا مجرم ہے اتنا ہی بڑا مجرم وہ شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرے اور آپؐ کی سنت سے روگردانی کرے۔ لہٰذا حضور نبی کریم ﷺ کی فرمانبرداری کا نام ہی اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے یعنی سنت ہی دراصل رضائے الٰہی ہے اور اللہ عزوجل کی بندگی اور رضائے الٰہی کا حصول ہم سب پر فرض ہے۔

انتقالِ پُرملال

☆ قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس کے رکن جناب محمد زاہد بوٹا کے والد محترم روشن دین 29 اپریل 2004ء کو قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

☆ حلقہ سرحد جنوبی کے ملتزم رفیق جناب مجاہد نسیم کے ماموں صاحب کا انتقال ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

قارئین ندائے خلافت سے بھی دعا کی اپیل ہے۔

اللھم اغفرھما وارحمھما وادخلھما فی رحمتک وحاسبھم حساباً یسیراً۔

شہر بہ شہر قصبہ بہ قصبہ "تنظیم اسلامی" کی سرگرمیاں اور اطلاعات

بہاولنگر شہر میں اسرے کا قیام

حال ہی میں ہونے والی مبتدی تربیت گاہ میں بہاولنگر شہر میں سے دو ساتھیوں جناب ڈاکٹر محمد یٰسین صاحب اور امجد بھائی نے شرکت کی۔ اور جس کے بعد انہوں نے تنظیم میں شمولیت کا باقاعدہ اعلان کیا۔ یوں بہاولنگر میں رفقاء کی تعداد چار ہو گئی۔ لہٰذا امیر حلقہ محمد منیر احمد نے وہاں اسرے کے قیام کا فیصلہ کیا اور جناب محمود اسلم صاحب کو نقیب اسرہ مقرر کیا۔ محمد منیر احمد صاحب نے انہیں ہدایت کی کہ انہیں نئے آنے والے ساتھیوں کو کس طرح نظم میں رکھ کر کام کرنا ہوگا۔ امیر حلقہ نے بہاولنگر میں اسرے کے قیام کو حلقہ میں دعوتی کام کے لئے موثر پیش رفت قرار دیا۔ اور امید ظاہر کی کہ محمود اسلم صاحب اسرے کے رفقاء کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دینی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(رپورٹ: محمد رضوان عزمی)

شب بسری رپورٹ حلقہ سندھ زیریں

حلقہ سندھ زیریں میں شب بسری کا اہتمام 17/ اپریل 2004ء قرآن اکیڈمی یاسین آباد' کراچی کے احاطے میں کیا گیا۔ شب بسری کی میزبان تنظیم اسلامی کراچی وسطی تھی۔ قرآن اکیڈمی ڈیفنس شہر سے کافی فاصلے پر ہے۔ رفقاء کے لئے وہاں پہنچنا کافی مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ تجرباتی بنیاد پر ایک شب بسری قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں منعقد کی جائے۔

پروگرام کا آغاز ٹھیک رات ساڑھے نو بجے محترم اعجاز لطیف صاحب نے "دعوت دین اور اس کے طریق کار" کے تیرھویں باب کے درس سے کیا۔ حسب معمول حاضرین سے سوال و جواب کے ذریعے اعجاز لطیف صاحب نے دعوت کے مخالفین کی مختلف اقسام اور ان کے رویہ کو واضح کیا تاکہ داعیان دین دورانِ دعوت مخالفین کی جانب سے پیش آنے والی رکاوٹوں سے آگاہ رہیں اور انہیں موقع و محل مناسب جوابات دے سکیں۔ رات کے پروگرام میں حاضری تقریباً 125 تا 130 رفقاء اور احباب کی تھی۔

بعد ازاں شرقی تنظیم کے نوجوان رفیق جناب نعیم محمد خاں صاحب نے شیطان کی مکاریاں اس کی جانب سے پیدا کئے جانے والے فتنوں سے بچاؤ کی تدابیر کے موضوع پر ایک مختصر گفتگو پیش کی۔ یہ پروگرام رات گیارہ بجے اختتام پذیر ہوا۔ رفقاء اور احباب کو رات کے آرام اور سونے کا وقفہ دیا گیا۔

صبح ساڑھے تین بجے نماز تہجد کے لئے رفقاء و احباب کو جگایا گیا۔ نماز فجر کی اذان سے کچھ دیر قبل تک کا وقت نماز تہجد' تلاوت قرآن اور انفرادی اذکار میں بسر کیا گیا۔ نماز فجر قریبی مسجد بلال میں ادا کی گئی۔ بعد نماز سب لوگ واپس قرآن اکیڈمی واپس آ گئے اور درس حدیث جناب جلال الدین اکبر صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں مثالوں کے ذریعے دیا۔ درس حدیث کے بعد وقفہ کا اعلان ہوا اور وقفے کے بعد صبح ساڑھے سات بجے ناشتہ پیش کیا گیا اور شب بسری کے پروگرام کی دوسری نشست صبح آٹھ بجے تنظیم اسلامی وسطی کے نوجوان رفیق قاری محمد عثمان لطیف کھوکھر کی تذکیر بالقرآن سے شروع ہوئی۔ محمد عثمان صاحب نے سورہ ملک کے دوسرے رکوع کی تلاوت بڑے دلنشیں انداز میں کی اور پھر اسی رکوع کی مختصر تشریح کی۔ ساڑھے آٹھ بجے پروفیسر انجینئر جناب اختر ندیم صاحب کا پروگرام "حالات حاضرہ پر قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں تبصرہ" شروع ہوا۔

پروگرام کے پہلے حصے میں تبشیر تھی کہ عراقی عوام نے امریکہ کی بالادستی کو چیلنج کرتے ہوئے اس کے خلاف شدید مزاحمت شروع کر دی ہے جس سے امید ہے کہ امریکہ اپنے مذموم مقاصد و عزائم میں ناکام ہو جائے گا اور عین ممکن ہے اسے پسپائی اختیار کرنی پڑے۔ دوسرا حصہ اس تشویش پر مشتمل تھا جو حکومت پاکستان کے نصاب تعلیم میں اسلامی عنصر کے اخراج سے متعلق تھا اور جس پر بجا طور پر پاکستانی مسلمانوں نے اپنے اضطراب کا اظہار کیا ہے۔ اختر ندیم صاحب نے اس کے خطرناک مضمرات کی نہایت تفصیل سے وضاحت کی اور بالخصوص آغا خاں فاؤنڈیشن کو نصاب کی تدوین کا اختیار دینے پر سخت تشویش کا اظہار کیا۔

شب بسری کا آخری حصہ منتخب نصاب میں سورہ جمعہ کا مطالعہ تھا جس کی آیت نمبر 5 سے پہلے رکوع کی آخری آیت تک کا مطالعہ انجینئر نوید احمد نے کرایا اور رسول اکرمؐ کے منہج عمل اور طریق کار کی نہایت عمدگی سے وضاحت کی۔

صبح کے پروگرام میں 200 سے زیادہ افراد نے شرکت کی۔ اور شب بسری کا یہ پروگرام دن کے پونے گیارہ بجے حلقہ سندھ زیریں کے امیر جناب محمد نسیم الدین صاحب کے اختتامی کلمات کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: اشفاق حسین)

ناظم دعوت حلقہ سرحد شمالی مولانا غلام اللہ خان حقانی کا دعوتی دورہ

ناظم دعوت حلقہ سرحد شمالی مولانا غلام اللہ خان حقانی کے سہ ماہی شیڈول پروگرام کے مطابق 10'11 اپریل 2004ء کو تنظیم باجوڑ کے زیر اہتمام دو مقامات پر بھرپور پروگرام ہوئے۔ پہلے پروگرام کا انعقاد علاقہ ثمر باغ (کامبٹ) جو کہ دینی و علمی لحاظ سے شہرت کا حامل ہے میں ہوا جبکہ دوسرا پروگرام پشت دور دراز علاقوں میں ہوا۔ اس دورہ میں راقم الحروف کے علاوہ جناب فیض الرحمٰن صاحب جو کہ تنظیم اسلامی خار باجوڑ کے امیر ہیں' بھی حقانی صاحب کے ساتھ تھے۔ یہ قافلہ عصر سے قبل کامبٹ پہنچا جہاں پر ہمارے میزبان جناب رفیع الحق صاحب منتظر تھے جنہوں نے کافی تعداد میں لوگوں کو دعوت دی تھی اور پروگرام میں شرکت کیلئے لاؤڈ سپیکروں پر اعلانات بھی ہو چکے تھے۔ چنانچہ سکول و کالج کے سٹوڈنٹس' مدارس کے طلباء' علاقہ کے عمائدین اور مختلف جماعتوں کے ورکرز بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ حقانی صاحب نے ایک منفرد ترتیب کے ساتھ فرائض دینی کا جامع تصور سامعین کے سامنے رکھا جس سے ایک طرف ایک مسلمان سے اس کے دین کے تقاضے اور مطالبے واضح انداز میں سامنے آئے اور دوسری طرف تنظیم اسلامی کے پورے فکر کی نوعیت' انقلاب کے لئے مجوزہ نقشہ نیز جماعتی زندگی کے محکم اساسات بھی واضح ہو گئے۔ مولانا حقانی نے عصر' مغرب اور عشاء کی نمازوں میں سامعین کی ایک بڑی تعداد پر یہ واضح کیا کہ اگر وہ اس دور میں اسلامی انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے صالح قیادت مربوط نظم' اور قرآن و حدیث کے منشاء کے عین مطابق حزب اللہ کا قیام اشد ضروری ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ فی الحال ممکنہ حد تک مذکورہ خدوخال کی اگر کوئی جماعت ہے تو تنظیم اسلامی ہے جو اپنے محدود وسائل کے ساتھ امت مسلمہ میں کام کر رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حالات جس رُخ پر جا رہے ہیں ان کا صحیح ادراک نہیں کیا جا رہا ہے' لہٰذا قافلے بن رہے ہیں اور ٹوٹ رہے ہیں لیکن تا حال منزل کا کوئی اتہ پتہ نہیں۔ ہمیں حالات کا صحیح مطالعہ کرنا ہوگا۔ اس کے لئے مستحکم بنیادوں پر planning کرنی ہوگی اور قرآن و حدیث کی رُو سے نظام کو کس طرح بدلا جا سکتا ہے' کو سمجھنا ہوگا۔

بعد ازاں سوال و جواب کی نشست ہوئی جس میں علاقہ کے لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا نے بڑے دلنشین پیرائے میں لوگوں کے سوالات کے جوابات دیئے۔ لوگوں نے مطالبہ کیا کہ ایسے پروگرام مسلسل جاری رہنا چاہئے۔ رفیع الحق نے عندیہ دیا کہ ان شاء اللہ ایک اور پروگرام بہت جلد منعقد کیا جائے گا۔ اگلے دن درسِ قرآن ہوا' جسے بڑی دلچسپی سے سنا گیا۔ مولانا حقانی نے سورۃ صف کی مرکزی آیت هو الذی ارسل هو ...... کے ضمن میں انبیاء کے مقصدِ بعثت کو اجاگر کر کے سامعین سے مطالبہ کیا کہ وہ اٹھ کھڑے ہوں اور حضور ﷺ کے اس مقصد بعثت کو تکمیل تک پہنچائیں۔ انہوں نے کہا کہ آج کا انسان معاشرتی اونچ نیچ اور طبقاتی کشاکش میں گرفتار ہو کر غلامی کی زندگی بسر کر رہا ہے اس غلامی میں وہ اب ذات کو بھول چکا ہے۔ جس باری تعالیٰ نے اسے پیدا کیا تھا' جو اس کا مالک تھا اب وہ کئی خداؤں کی پرستش کر رہا ہے۔ انبیاء کی بعثت کا حقیقی مرکز و محور یہ تھا کہ انسان کو انسان

کی بندگی سے نکال کر اللہ کا بندہ بنایا جائے تا کہ وہ یکسو ہو کر اللہ کی بندگی کرے اور فلاح دنیوی و نجات اخروی کا مستحق بنے۔ ان پروگراموں میں تقریباً 500 افراد شامل رہے جبکہ مسجد سے باہر نزدیک علاقہ کی ایک کثیر تعداد بھی بذریعہ لاؤڈ سپیکر مستفید ہوتے رہے۔ (رپورٹ: گل رحمٰن)

جڑانوالہ (گاؤں) میں درس قرآن کا آغاز

الحمدللہ جڑانوالہ گاؤں میں درس قرآن کا آغاز ہو گیا ہے۔ اس سلسلے کا پہلا پروگرام راقم کی انفرادی کوششوں سے مورخہ 18 اپریل 2004ء کو بعد نماز عصر جامع مسجد چک نمبر 21 گ۔ب جڑانوالہ میں منعقد ہوا۔ درس کا دورانیہ آدھا گھنٹہ تھا اور اس میں سورۃ الفاتحہ کا درس دیا گیا۔ درس کی سعادت جڑانوالہ کے نقیب حافظ محمد شفیق صاحب نے حاصل کی۔ حاضرین کی تعداد 40 تھی۔
(رپورٹ: محمد الیاس)

تنظیم اسلامی، حلقہ سندھ زیریں کے زیر اہتمام
نصاب میں تبدیلیوں کے خلاف مظاہرہ

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسلام کو بحیثیت ایک دین نافذ کرنے کی جو احیائی تحریکیں عالم اسلام میں چل رہی ہیں، اسلام دشمنوں نے ان کے آگے بند باندھنے کے لئے یہ طے کر لیا ہے کہ مسلمان معاشروں میں طاقت کے بل بوتے پر زندگی کے ہر شعبے کو تبدیل کرنا ہے تا کہ مسلمانوں کے دلوں سے دینی تعلیمات کو نکال کر اپنی اقدار ٹھونس سکیں۔ سیاسی سطح پر تو انہوں نے ہمارے لوگوں کو جمہوریت کا دیوانہ بنا رکھا ہے۔ سودی معیشت میں انہوں نے ہمیں جکڑ رکھا ہے۔ سوشل انجینئرنگ کے خوبصورت نام پر انہوں نے ہمارے معاشرتی نظام میں دراندازی شروع کر رکھی ہے۔ اب انہوں نے زندگی کے سب سے اہم شعبے یعنی تعلیم میں بھی دخل اندازی شروع کر دی ہے جو ہمارے تعلیمی نصاب کی شکل میں سامنے آیا ہے۔ تنظیم اسلامی اس صورت حال سے کس طرح لاتعلق رہ سکتی ہے لہٰذا 10 اپریل کو ہونے والے حلقہ کی مجلس مشاورت کے اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا کہ حکومت کی اس قابل مذمت اقدام کے خلاف ایک مظاہرہ کیا جائے۔ لہٰذا جمعۃ المبارک 16 اپریل کو پریس کلب کے سامنے ایک مظاہرہ منعقد کیا گیا۔ اس مظاہرے کے لئے پانچ عدد بینرز اور دس عدد پلے کارڈ تیار کئے گئے جن پر یہ عبارات درج تھیں۔ ''نصاب میں تبدیلی واپس لو'' ''ہمارا ہیرو محمد بن قاسم ہے، راجا داہر نہیں'' ''نصاب میں تبدیلی کے ذریعے صحابہؓ اور اولیاء کرامؒ کا تقدس پامال نہ کرو۔'' ''نصاب میں تبدیلی کے ذریعے برصغیر کی تاریخ مسخ نہ کرو'' ''نصاب کو سیکولر بنانے کی کوشش بند کرو۔'' ''Stop change in sylabus''۔ مظاہرہ سہ پہر ساڑھے تین بجے شروع ہوا۔ مظاہرہ شروع ہونے سے قبل پریس کلب میں موجود اخباری نمائندوں کو پریس ریلیز پہنچایا۔ مظاہرے کے دوران رفقاء پورے نظم کے ساتھ خاموش کھڑے رہے اور رپورٹر حضرات تصاویر بناتے رہے۔ پریس ریلیز میں درج تھا کہ اس مظاہرے کے موقع پر امیر حلقہ نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ حکومت نے مملکت کے نظریاتی تشخص کو یا تو بالکل فراموش کر دیا ہے یا اسے ختم کرنے کے درپے ہے۔ ہم اپنے حکمرانوں پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ قوم نے اسلام اور ملک کے نظریاتی تشخص میں کوئی تبدیلی کسی فیلڈ مارشل کی گوارا نہیں کی تو بھلا محترمہ زبیدہ جلال یا ان کے سرپرستوں کی ایسی حرکت کب گوارا کر سکتی ہے۔ ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر نصاب میں کوئی تبدیلی کرنی ہی ہے تو اسے ''العلم'' یعنی تمام علوم کے منبع و سرچشمہ قرآن حکیم کی تعلیمات کی روشنی میں کرے کہ یہی ہمارے آئین کا تقاضا ہے۔ آئین کے تحت ملک میں کوئی ایسا نظام تعلیم رائج نہیں کیا جا سکتا جو قرآن و سنت سے متصادم ہو۔ یہ مظاہرہ چار بجے ناظم حلقہ انجینئر نوید احمد کی دعا پر اختتام کو پہنچا۔ دعا سے قبل انہوں نے رفقاء سے کہا کہ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ اتنی بڑی تعداد میں تعلیمی نصاب میں تبدیلیوں پر مظاہرہ کے لئے جمع ہوئے ہیں لیکن اس موقع پر ہمیں غور کرنا چاہئے کہ کہیں ہم میں سے کسی رفیق نے اپنے بچوں کو کسی مشنری اسکول میں تو داخل نہیں کر رکھا۔ کیونکہ شدید اندیشہ ہے کہ دوران تعلیم اسے اپنے دین سے بیگانگی کی راہ پر گامزن کر دیا جائے کیونکہ ان اسکولوں میں جو کچھ ہوتا ہے وہ ہم سب سے پوشیدہ نہیں۔ اگر کسی رفیق کے ساتھ ایسا معاملہ ہے تو اس کی اس مظاہرے میں شرکت بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ (رپورٹ: محمد سمیع، کراچی)

PRESS RELEASE

پریس ریلیز

پاکستان کا مستقبل

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ڈیفنس فیز 6 میں اجتماع جمعہ کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عالمی سطح پر پاکستان کے خاتمے کی جو تاریخیں دی جا رہی ہیں اور جس طرح پاکستان کو ناکام ریاست قرار دیا جا رہا ہے، اگر وطن کے معروضی حالات کے پس منظر میں غور کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان کے خاتمے کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے۔ ہم نے پاکستان کے مقصد وجود کو جو قائداعظم کے نزدیک اسلام کے نظم اجتماعی اور علماء کے نقطۂ نظر سے اسلامی شریعت کا نفاذ تھا، بدقسمتی سے چھپن سال گزر جانے کے باوجود حاصل نہ کر سکے۔ ہمارے اس وعدہ خلافی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر نفاق مسلط کر دیا۔ یہ نفاق انفرادی بھی ہے یعنی معاشرے میں جھوٹ، وعدہ خلافی اور خیانت کا چلن عام ہے، اجتماعی بھی کہ ہم لسانی، علاقائی اور مذہبی بنیادوں پر منقسم ہو کر ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھ رہے ہیں۔ نائن الیون کے حادثے کے نتیجے میں ہم نے امریکہ کا اس لئے ساتھ دیا تھا کہ مسئلہ کشمیر اور ہمارے ایٹمی اثاثے محفوظ ہو جائیں گے، ہماری معیشت میں استحکام ہو گا اور عالمی سطح پر ملکی وقار میں اضافہ ہو گا۔ لیکن حالات ہماری توقعات کے برعکس نکلے ہیں۔ مسئلہ کشمیر سے ہم نے ہاتھ اٹھا لیا ہے، ہمارے خلاف ایٹمی پھیلاؤ کا مقدمہ تیار ہو چکا ہے، حکومتی دعوؤں کے باوجود کہ ملکی خزانے میں 12 ارب ڈالر جمع ہو چکے ہیں، اس کے ثمرات عوام تک نہیں پہنچ پائے اور ملک کی چالیس فیصد آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ عالمی سطح پر ملکی وقار کی صورتِ حال بالکل واضح ہے۔ گویا کہ ہم پر سقوطِ ڈھاکہ کے عذابِ ادنیٰ کے بعد اب عذاب اکبر ہم پر مسلط ہے۔ اس عذاب سے چھٹکارے کی صورت یہ ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ تعالیٰ کے حضور خلوص دل کے ساتھ توبہ کریں۔ افراد اپنی اس وعدہ خلافی پر کہ وہ خود اپنی انفرادی زندگیوں میں دین پر عمل کر سکے نہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے لئے کوئی جدوجہد کی۔ مذہبی سیاسی جماعتیں اس پر کہ وہ چھپن سال سے انتخابی سیاست کے کار عبث میں الجھ کر اسلامی انقلاب کی منزل کھوٹی کر چکے ہیں اور حکمران اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وطن عزیز میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے نفاذ کے لئے جو مواقع فراہم کئے، انہوں نے انہیں ضائع کر دیئے۔ اس کے بعد سب مل کر اپنی زندگیوں کو وطن عزیز کے مقصد وجود کے حصول کیلئے وقف کر دیں۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ ہماری توبہ کو قبول فرما لے اور وطن عزیز کو دشمنوں کے ناپاک عزائم سے محفوظ فرما دے۔
(محمد سمیع، کراچی)

ضرورت رشتہ

سید خاندان کی 24 سالہ بیٹی، قد 5.8، خوش شکل، ایم اے انگلش کے لئے برسرِ روزگار، اعلیٰ تعلیم یافتہ، ہم پلہ ترجیحاً سید خاندان کے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: ایس ایم حسین فون: 0432-261403

Abid Ullah Jan
(e-mail: Abidjan@tanzeem.org)

In America: The Enemies Within

Part - II

At the end of cold war, the term clash *of* civilizations was coined only to provide a cover to the United States' imminent clash *with* Islam. Now that the world is pushed well into this needless clash, its promoters make no attempt to somehow take the US out of the quagmire.

They act to the contrary for one obvious reason: they are scared of the next wave. Riding the crest, the advocates of war clearly see their destiny. They realize that the next swing of the remarkable hinge of history at which they are living will be in favor of the oppressed at the bottom of the trough. Perpetual war is promoted as a mean to avoiding the unavoidable: hitting the trough.

It is very clear that the US government has partly achieved aim of these advocates of war: 9/11 sparked real tensions between the Judeo-Christian West and the Muslim East. Preachers, political and military leaders in the West are now openly sowing hatred through denouncing Islam and its laws.

An undeclared war is underway. Official declaration of a clash will depend a great deal on the out come in three areas: a) The US direct military occupations, b) its support to other military occupations (Palestine), and c) its indirect occupations (Pakistan, Egypt, Turkey, etc).

Let's start with indirect occupations. The main objective of such interventions is promotion of secularism not for the sake of secularism but only to check the rise of "political Islam." Turkey is considered as the first battle towards winning the clash *with* Islam. It must present a model that contradicts all Islamic principles, yet Muslims enjoy it without any problem.

The 80-year old failed experiment in Turkey will find no life with American adventurism. Interesting to note, however, is the conjecture that Turkish "politicians are not intimidated by religious fundamentalists, because — unlike too many Arab politicians — they have their own legitimacy that comes from being democratically elected."[1]

Paraphrasing Friedman's conjecture means, all those who practice Islam are neither Turkish nor politicians. They are fundamentalists whose job is to intimidate "legitimate" politicians, not participate in the electoral process.

What Friedman would not tell his readers is that "democratic" Turkey survives only through keeping its graph of gross human rights abuses persistently high. The February 2004 report of Amnesty International (AI) confirms that all past reports of "grave violations persist in the present."[2]

According to AI, in Turkish democracy "provisions of the law are still being used to criminalize people for the legitimate exercise of their right to non-violent expressions of critical opinion [and] freedom of association and assembly...[Where] State Security Courts remain a matter of serious concern."

The advocates of clash would not tell their readers that in July 1999, an issue of the *Selam* Islamic weekly was confiscated. Nureddin Sirin, its editor, was sentenced to 17-year for condemning Zionist occupation of Palestine. Unfortunately, he is not alone. There are many Nureddins suffering in, what Friedman calls a "free society," in this manner.

The case of Huda Kaya, a journalist at Selam, and her three daughters is even more striking. Together with 70 others, they are charged with "attempting to change the constitution by force." What precisely that means is not explained. One of her daughters, 16-year-old Gulan Intisar Saatcioglu, is accused of reading an Islamic poem called 'Song of Freedom' at a rally. So much for the "free society."

As for democratic legitimacy, we must not forget how the government of Necmettin Erbakan was demonised and removed under the influence of Washington. A rash of columns and editorials appeared in US newspapers hinting about the possibility of a military coup in Turkey to actually make it happen a few months later.

A ***Washington Post*** (March 4, 1997) indictment of Erbakan included his crimes to allow women "wearing Islamic veils" and to urge that "working hours in government offices be changed during the holy month of Ramadan."

Amos Perlmutter proposed in his ***Washington Times*** (March 10, 1997) column: "The Clinton administration must give its full support to the military.... We must support the military once it finds it has no choice but to stage a coup" against the democratically elected government only to save secularism.

How would the promoters of war feel if Turkey became embroiled in secret negotiations with U.S. military officials to bring about a coup against its president? And how would they see it if the purpose of this intrigue were to prevent Americans from embracing their own religious convictions and values.

The advocates of war do not want a free society where Muslims can practice Islam. They want Turkish kind of "free society" where the U.S. can influence armed forces to impose some twenty pro-secularism orders on an elected government, including a ban on "recruiting fundamentalists" and not to "employ those expelled from the military for fundamentalist sympathies." Remember, by the military standards, a person who grows beard, prays in public or performs Hajj is a fundamentalist.

A free society in Friedman's view is one in which chief rabbi appears "hand in hand with Muslim cleric" and fathers of Muslim "fundamentalists" tell local newspapers: "First, let us meet with the chief rabbi of our Jewish brothers. Let [us] hug him. Let [us] kiss his hands and flowing robe."

Even if that is in apology for the "suicide" bombing, Why don't see culprits from the "free" American society come forward and kiss hands and flowing robs of clerics in Iraq to apologize for their criminal lies and subsequent infanticide of no less than half a million children and death of thousands more due to sanctions and occupation.

Let the "free" American society lead by example and stop the criminals from celebrating their far barbarous crimes than "suicide" bombing because the perpetrators live to repeat their crimes. Let the "free society" boldly denounce the crimes that push more people into taking their lives. Let it consider crimes of Bush, his allies and advisors as shameful.

In Friedman's view the willingness to surrender fundamentals of Islam and "adapting [Western] rules" is what most Turks "consider as the 'real' Islam." Despite being a conjecture, this is what is expected of all Muslims.

It is utterly naïve to expect transforming the rest of the Muslim world in the image in which Turkey could not fully transform itself despite gross human rights violations and all out military support in the past 80 years.

Even if the E.U. says yes to Turkey with or without U.S. subsidies; even if Turkey is brought into Nafta, still E.U. and U.S. will lose because their practice fully negates what they preach. Turkey is neither a democracy, nor a free society. The failure to practice their much wanted ideals is the main factor that will lead first to the failure of secular models and then to the over all war of "ideas" and clash with Islam.

Muslims have been through this experience. The key to their revival now lies in their struggle to reduce the yawning gap between what they proclaim to believe and their practice. The more the gap narrows down, the more they would be on the way to ride the next wave.

(to be continue)

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 19

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: Abidjan@tanzeem.org)

In America: The Enemies Within

Part - I

The world witnesses the third great totalitarian challenge in less than 70 years.

The Reichstag fire was an occasion for Nazis to start imposing their ideas through exploiting Germany's power. Later , the communists attempted to impose their ideas by leveraging the Soviet Union's power. And more recently "9/11 ", as many have come to popularize the terrible event, became the second Reichstag Fire for the secular totalitarians, who are now using the US economic and military power to try to impose a reign of global domination under the banner of perfect "ideas" for building "open societies."

Secularism remains the corner stone. Interestingly, the US was founded on the ideals of Christianity. And its stress on secular ideology is intensified purely as a weapon for neutralising any perceived threat to American global hegemony.

And so, the "war of ideas" is promoted as a war against potential challengers to this domination and it is manifested in reality through invasions and occupations. The problem is that while "open societies" are, today, an interesting ambition, using them as a premise for launching aggressive foreign policy is simply misguided. By doing so, promoters of these policies are falsely presenting the symptoms of the world's political and cultural issues as the root causes of the various problems we all face today. Switching symptom for root cause is dangerous, as I will explain.

For this purpose, the "war of ideas" is promoted as a war on "extremist Islamic ideology"[1] and it is translated into reality through occupations and usurping civil liberties. A serious look reveals that the so-called ideas are mere conjecture, presenting symptoms as root causes of the global problems.

It is fascinating how these warriors of "ideas" claim to be waging a global war, yet their "ideas" are shallow and illogical. For instance, Thomas Friedman believes the trend of "suicide bombing is spreading" among youth because "local charities provide them with money."[2] This would lead us to assume that it is primarily financial incentives that compel these people to die for their causes, and little more. Will Friedman trade his life for all the wealth he can imagine?

The belief that is propagated by the Chief of 'The War of Ideas', Thomas Friedman, is that all of a sudden "a large number of people" started hating Americans. The claim is that these people are "ready to commit suicide" just because they hate open societies. And so, inevitably, we falsely extrapolate the danger: since "these people" can turn anything into weapon, they pose "a much more serious threat than the Soviet Red Army because these human bombs attack the most essential element of an open society: trust."[3]

Here is another "idea": Friedman believes that sitting next to a person bent upon blowing up a passenger plane as a violation of trust. No Sir. This is not a violation of trust. This is nothing more than the tragic reaction of an extremely desperate person to what is the real violation of trust; this is a symptom of the most profound violation of trust - when a few individuals - with the most lethal weapons of human history at their disposal - mock and bypass international laws, treaties and organizations to impose their ideas on those whom they believe are in need of them.

Trust is not built into "every building" bus and train, as Friedman would claim. It is built and breached at a much higher level. When we go into a conference in Madrid, we trust the American leadership is serious in bringing justice to the Israeli Palestinian conflict. But that trust is violated when the land for peace slogans are exploited, promises are broken, and the Palestinians remain as landless 13 years after the conference as they were for the 40 or so years before it.

Trust is violated when American leaders incessantly lie to the world that they have conclusive evidence about Al-Qaeda's involvement in the 9-11 attack, fail to produce meaningful evidence to support this claim, yet also fail to refute the evidence that mounts on their own involvement in the tragedy.

Trust is shattered when American leaders create the illusion of WMDs - and the purported enthusiasm to use them against us - to justify the invasion and occupation of Iraq. And when the illusion is exposed and these warriors of "ideas" come out to justify their fabrications, they swiftly declare their real intention was to build "open societies" - behavior that is, at best, misguided conjecture but more likely a case of devious deception.

The people in authority in the US know the real culprits behind 9/11. If they are taking away trust by stripping airline passengers, fingerprinting all visitors and removing cherished civil liberties, it is not to catch the culprits. It is only to achieve the secondary objectives of global domination i.e., to have a complete silence at home front — a nation unanimous in raining down death and destruction: another Nazi state.

So what to do? There are only three things we can do: (1) learn to differentiate between ideas and conjecture. (2) Find ways to effectively challenge the status quo. (3) Most important, identify the warriors of "ideas" whose work paves the way for more wars abroad and reduced civil liberties at home.[4] The societies where these advocates of war reside can really restrain their extremists.

This is the time for Americans to apply restraints to persons whose thinking is limited to perpetual war for imposing their "ideas" on other people. The same superiority complex led to colonialism in the past, Nazism in 1930's and communism after the World War II.

A historical mistake on the part of Americans would be taking the advocates of tyranny for the champions of freedom simply because they are using the most humane labels possible for defining themselves. Stigmatizing these warriors is a hard task in an environment where lying is now an acceptable norm. These highly paid and fully secure advocates of war are neither a state subject to conventional deterrence or international rules, nor individuals deterred by the fear of rejection by their people or government.

The actual situation is in total contrast to what is required. Truth tellers, such as NBC's Peter Arnett and BBC's Gavyn Davies, are demonized. At the same time, Pipes, Perle, Friedman and Frum are elevated as official and unofficial advisors. The case of bypassing Senate to appoint Pipes to USIP is an excellent example of providing them with necessary cover.

We cannot fully expose the advocates of war on our own. But we also can't just do nothing in the face of what is no longer just a threat but a reality that we see in the loss of dozens of American and non-American lives every week. Blaming it on vague anti-Islam notions is no solution.

We need to partner with the forces within American and European societies who have the power to demystify the rancid notions paraded as ideas. Ultimately this is a struggle within the Western world, between those who promote war in the name of ideas and those who believe that justice is denied to Muslims living under direct and indirect US occupations with full sponsorship of the United States of America for so long.